عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد ۲۴ | ۱۷ تا ۲۵/ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ مطابق ۲۴ تا ۳۱/ مئی ۲۰۰۵ء | شمارہ: ۲۰

حقوق العباد کی پاسداری

سلام ایک مذہبی شعار

حفاظتِ دین تحفظِ ختمِ نبوت اور ہمارے اکابر

اِسلام کا معاشی نظریہ

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatme-nubuwwat.c
http://www.khatm-e-nubuwwat.

شہیدِ اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ

آپ کے مسائل

آبِ زمزم سے وضو اور غسل کرنا:

س:.....مولانا صاحب! میں مکہ مکرمہ میں رہتا ہوں۔ کئی دنوں سے اس مسئلے پر دل میں الجھن رہتی ہے۔ برائے مہربانی اس کا شرعی حل بتائیں۔ آپ کا شکر گزار رہوں گا۔ مولانا صاحب! ہم پاکستان میں تھے تو آبِ زمزم کے لئے دل میں اتنی محبت تھی کہ کچھ بتا نہیں سکتے۔ اب بھی وہی آبِ زم زم ہے۔ پہلے ایک ایک قطرے کے لئے ترستے تھے۔ یہاں لوگ اس سے وضو کرتے ہیں۔ کیا اس سے غسل جائز ہے یا نہیں؟ نماز کے لئے وضو کر لینا جائز ہے؟ یا ادب کے خلاف ہے؟ تفصیل سے جواب لکھیں؟

ج:.....جو شخص باوضو اور پاک ہو وہ اگر محض برکت کے لئے آبِ زمزم سے وضو یا غسل کرے تو جائز ہے۔ اسی طرح کسی پاک کپڑے کو برکت کے لئے زمزم سے بھگونا بھی درست ہے، لیکن بے وضو آدمی کا زمزم شریف سے وضو کرنا یا کسی جنبی کا اس سے غسل کرنا مکروہ ہے۔ ضرورت کے وقت (جبکہ دوسرا پانی نہ ملے) زمزم شریف سے وضو کرنا تو جائز ہے، مگر غسلِ جنابت بہرحال مکروہ ہے۔ اسی طرح اگر بدن یا کپڑے پر نجاست لگی ہو تو اس کو زمزم شریف سے دھونا بھی مکروہ بلکہ بقول بعض حرام ہے۔ یہی حکم زمزم سے استنجا کرنے کا ہے۔ نقل کیا گیا ہے کہ بعض لوگوں نے آبِ زمزم سے استنجا کیا تو ان کو بواسیر ہوگئی۔ خلاصہ یہ کہ زمزم نہایت متبرک پانی ہے، اس کا ادب ضروری ہے۔ اس کا پینا موجبِ خیر و برکات ہے، اور چہرے پر سر پر اور بدن پر ڈالنا بھی موجبِ برکت ہے، لیکن نجاست زائل کرنے کے لئے اس کو استعمال کرنا ناروا ہے۔

زخم سے خون نکلنے پر وضو کی تفصیل:

س:.....میرے ہاتھ پر زخم ہو گیا ہے اور اکثر خون کا قطرہ ٹپکتا رہتا ہے اور بسا اوقات حالتِ نماز میں بھی خون گرنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ کیا اس حصہ کو تر کئے بغیر صرف مسح کر کے نماز پڑھ لیا کروں؟ یا جب قطرہ ٹپکے تو تازہ وضو کر لیا کروں؟ محققانہ جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

ج:..... یہاں دو مسئلے ہیں: ایک یہ کہ اگر زخم کو پانی نقصان دیتا ہے تو آپ زخم کی جگہ کو دھونے کے بجائے اس پر مسح کر سکتے ہیں۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر اس میں سے خون ہر وقت رستا رہتا ہے اور کسی وقت بھی موقوف نہیں ہوتا تو آپ کو ہر نماز کے پورے وقت کے اندر ایک بار وضو کر لینا کافی ہے، اور اگر کبھی رستا ہے اور کبھی نہیں تو جب بھی خون نکل کر بہہ جائے تو آپ کو دوبارہ وضو کرنا ہوگا۔

ریح صادر ہونے پر صرف وضو کرے، استنجا نہیں:

س:.....میرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر ایک آدمی نہا کر نماز پڑھنے کے لئے جائے اور بے خیالی میں اس کی صرف ریح صادر ہو جائے تو کیا ایسے آدمی کے لئے استنجا کرنا لازمی ہے؟ یا صرف وضو کرے؟

ج:.....صرف وضو کر لینا کافی ہے۔ پیشاب پاخانہ کے بغیر استنجا کرنا بدعت ہے۔

نکسیر آنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے:

س:.....نماز پڑھتے ہوئے اگر نکسیر آ جائے تو کیا نماز چھوڑنے کی اجازت ہے؟

ج:.....نکسیر سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، اس لئے وضو کر کے دوبارہ نماز پڑھے۔

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم
حضرت مولانا سید نفیس الحسینی صاحب دامت برکاتہم

ہفت روزہ ختم نبوت

جلد: ۲۴ شمارہ: ۲۰ ۱۷تا۲۳/ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ مطابق ۲۶تا۳۱ مئی ۲۰۰۵ء

مدیر اعلیٰ: مولانا عزیز الرحمن جالندھری
نائب مدیر اعلیٰ: مولانا محمد اکرم طوفانی
مدیر: مولانا اللہ وسایا

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
امام اہل سنت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبد الرحیم اشعرؒ

مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر
مولانا بشیر احمد
صاحبزادہ مولانا عزیز احمد
علامہ احمد میاں حمادی
مولانا سعید احمد جلالپوری
صاحبزادہ طارق محمود
مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا مفتی محمد راشد مدنی
سرکولیشن منیجر: محمد انور رانا
ناظم مالیات: جمال عبد الناصر شاہد
قانونی مشیر: حشمت حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ
ٹائٹل ڈیزائنر: محمد ارشد ختم
محمد فیصل عرفان

اس شمارے میں

قادیانیوں کی کوششیں ناکام ثابت ہونگی	(اداریہ)	4
حفاظت دین و تحفظ ختم نبوت ہمارے اکابر	(مولانا محمد منظور نعمانیؒ)	6
اسلام اور امن عالم	(رضاء الرحمن عاکف)	12
علم کی فضیلت اور اہمیت	(مولانا سید رشید الدین حمیدیؒ)	13
حقوق العباد کی پاسداری	(مولانا خورشید انور)	16
سلام ایک مذہبی شعار	(مفتی عمران اللہ قاسمی)	20
غیر اسلامی اقتصادی نظام کی قباحتیں اور اسلام کا معاشی نظریہ	(مولانا محمد سلمان منصور پوری)	23

زر تعاون بیرون ملک: امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۴۰ ڈالر۔
یورپ، افریقہ: ۳۵ ڈالر۔ سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۳۰ امریکی ڈالر

زر تعاون اندرون ملک: فی شمارہ: ۷ روپے۔ ششماہی: ۱۷۵ روپے۔ سالانہ: ۳۵۰ روپے
چیک، ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت۔ اکاؤنٹ نمبر 363-8 اور اکاؤنٹ نمبر 927-2 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ کراچی پاکستان ارسال کریں۔

لندن آفس:
35, Stockwell Green,
London, SW9 9HZ U.K.
Ph: 0207-737-8199

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۵۱۴۱۲۲، ۵۸۳۴۸۶۔ فیکس: ۵۴۲۲۷۷
Hazori Bagh Road, Multan.
Ph: 583486-514122 Fax: 542277

دفتر جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی۔
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A. Jinnah Road, Karachi.
Ph: 7780337 Fax: 7780340

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری طابع: سید شاہد حسن مطبع: القادر پرنٹنگ پریس مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قادیانیوں کی کوششیں ناکام ثابت ہونگی

ان صفحات پر ہم نے بارہا یہ لکھا ہے یہ حقیقت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ اسلام کو مٹانے کی عالمی سازش کا سب سے اہم مہرہ قادیانی ہیں' قادیانیوں نے پہلے ملک میں اسلام پسندوں کو ''دہشت گرد' انتہا پسند اور شدت پسند'' باور کرایا اور پھر حکومت کو ان کے خلاف سخت ایکشن لینے پر اکسایا' نتیجہ یہ ہوا کہ گیہوں کے بجائے صرف گھن ہی پسا' اصل دہشت گرد تو ''محفوظ پناہ گاہوں'' میں چلے گئے جبکہ ''اسلام پسند'' دہشت گرد ٹھہرے' ملک میں اسلام سے محبت کو جرم بنادیا گیا' ہر داڑھی اور ٹوپی والے کو مشکوک نظروں سے دیکھا جانے لگا' اسلام کا نام لینے والوں کو تحقیر آمیز ناموں سے پکارا جانے لگا' ڈالر کے پجاری محب وطن اور اسلام کے پیروکار وطن دشمن سمجھے جانے لگے' ملک کو اسلام سے دور کرنے کے لئے ''سب سے پہلے اسلام'' کے بجائے ''سب سے پہلے پاکستان'' کے نعرے لگائے جانے لگے' اپنے مسلمان بھائیوں کا گلا کاٹنے اور ان پر گولیاں چلانے کے لئے مسلمان فوجیوں کو آگے کیا جانے لگا' فوج اور سول سروس میں تعینات قادیانیوں نے فوج کو تباہ کرنے اور اس کے موٹو ''جہاد'' سے دور کرنے کے لئے جہاد اکبر اور جہاد اصغر کی تفریق شروع کردی اور مرزا غلام احمد قادیانی کے ایجنڈا ''جہاد حرام ہے'' کو ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگادیا' قادیانیوں کی ان کوششوں کے باوجود فوج میں موجود مسلمانوں نے اسلام اور جہاد سے وابستگی کو نہ چھوڑا' دوسری طرف بیوروکریسی میں اپنے اثر ورسوخ کے باوجود قادیانی اپنی کوششوں میں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ کرسکے' دیگر ذرائع سے بھی انہوں نے اپنی ناکام کارکردگی کا مشاہدہ کرلیا تو ان کے آقاؤں نے اپنا طریقہ کار بدل دیا اور یہ طریقہ کار اپنایا کہ مقتدر علمائے کرام کو نشانہ بنایا جائے' اس کے ذریعہ وہ کئی مقاصد بیک وقت حاصل کرنا چاہتے تھے' اس کے ذریعہ وہ مختلف فرقوں کو باہم دست وگریباں کرکے فرقہ واریت کے پودے کو تناور درخت بنانا چاہتے تھے' وہ چاہتے تھے کہ عوام کو اس کے ذریعہ علمائے کرام سے متنفر کرکے ان سے دور کردیا جائے' ان کا خیال تھا کہ وہ اس طرح اسلام کو دہشت گردی کا مذہب اور مسلمانوں کو دہشت گرد ثابت کردیں گے' وہ اس کے ذریعہ مذہبی طبقات اور فوج کو آپس میں لڑانے کا خواب دیکھ رہے تھے' ان کی کوشش تھی کہ مسلمانوں کو کمزور کردیا جائے تاکہ قادیانیوں سے متعلق قوانین اور آئینی ترامیم' توہین رسالت کے قانون' حدود آرڈیننس اور دیگر اسلامی قوانین کا خاتمہ کرکے پاکستان کو قادیانی اسٹیٹ بنایا جاسکے اور عالمی سطح پر اسلام کو پھیلنے سے روکا جاسکے' انہی مقاصد کے حصول کے لئے اسلام دشمن بین الاقوامی قوتوں اور ان کے آلہ کاروں نے ممتاز علمائے کرام کو نشانہ بنایا' اس دہشت گردی کے ذریعہ انہوں نے عالم اسلام کو خبردار کیا کہ ان اسلام دشمن قوتوں کی راہ میں رکاوٹ بننے والی ہر شخصیت کو اسی طرح راستے سے ہٹادیا جائے گا' لیکن یہ قوتیں بھول گئیں کہ اسلام کی تاریخ ہی شہادتوں اور قربانیوں سے رقم ہوتی ہے' یہاں شہادت حیات ابدی کا پیغام لاتی ہے' یہاں دین قربانیوں کی بدولت زیادہ تیزی سے پھیلتا ہے' یہاں ایک شہادت ہزاروں افراد کو دائرۂ اسلام میں لانے کا باعث بنتی ہے' قادیانی اور ان کے آقا کان کھول کر سن لیں! یہ دین شہادتوں اور قربانیوں کی بدولت پہلے سے زیادہ تیزی سے پھیلے گا' عوام قربانیاں دینے والے ان علمائے کرام کے ساتھ پہلے سے زیادہ جڑیں گے' دینی تحریکات سے وابستہ افراد و کارکنان کی تعداد میں پہلے کی بہ

نسبت کئی گنا اضافہ ہوگا' مسلمانوں کو دہشت گرد ثابت کرنے کی کوششیں بری طرح ناکام رہیں گی' اسلام کو دہشت گردی کا مذہب ثابت کرنے کا خواب دیکھنے والے اپنی حسرت دل میں لئے ہوئے قبروں میں جا پہنچیں گے' مختلف مکاتب فکر کو آپس میں لڑانے کی کوششیں ناکام ثابت ہوں گی' فرقہ واریت کو ہوا دینے کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوگا' قادیانیوں سے متعلق قوانین اور آئینی ترامیم' توہین رسالت کا قانون' حدود آرڈیننس اور دیگر اسلامی قوانین ملک میں حسب سابق اپنی اصل روح کے مطابق نافذ العمل رہیں گے اور پاکستان کو قادیانی ریاست بنانے کا خواب دیکھنے والے فنا ہو جائیں گے' شہید ہونے والے علمائے کرام کی قربانیاں انشاء اللہ ضرور رنگ لائیں گی' دنیا میں اسلام کا غلغلہ بلند ہوگا اور غلبۂ اسلام کی راہ ہموار ہوگی' امت مسلمہ اسلام پر مکمل طور پر کاربند ہوگی اور غیر مسلم جوق در جوق دائرۂ اسلام میں داخل ہوں گے' دنیا اسلام کو غالب دیکھے گی۔

مشترکہ لائحہ عمل کی ضرورت

اس وقت پوری دنیا میں مسلمانوں کو جس امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے' اس کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ ان کی کوئی مرکزیت نہیں ہے۔ ماضی میں جب ملائیشیا کے سابق وزیراعظم مہاتیر محمد نے یہودیوں کے بارے میں بعض ریمارکس دیئے تھے تو پوری دنیا میں ان کے خلاف ایک طوفان بدتمیزی برپا ہوگیا تھا۔ اس کی وجہ محض یہ ہے کہ یہودیوں کی ایک مرکزیت ہے' وہ امریکا اور دیگر ممالک میں اہم ترین مناصب پر فائز ہیں' وہ ان ممالک کی معیشت پر قابض ہیں' لیکن جب بات یہودی مفادات کی آتی ہے تو یہ یہودی اپنی یہودی قوم اور اسرائیل کے وفادار پہلے ہوتے ہیں اور اپنے ممالک کے وفادار بعد میں' یہی وہ چیز ہے جو انہیں ہر مقام پر یہودیوں کو فائدہ پہنچانے پر اکساتی ہے اور مسلمانوں کو ہر مقام پر زک پہنچانے پر ابھارتی ہے۔ کچھ یہی صورتحال قادیانیوں کی بھی ہے' وہ بالکل یہودیوں کی طرح پاکستان میں اہم ترین مناصب پر فائز ہیں اور ان کی مختلف کمپنیاں ملک میں معیشت کو اپنے قابو میں رکھنے کے لئے کام کر رہی ہیں' قادیانی بھی عام قادیانیوں اور بالخصوص اپنی قادیانی جماعت کے وفادار پہلے ہیں اور ملکی وفاداری کا تصور تو ان کے یہاں سرے سے پایا ہی نہیں جاتا' جو کچھ ان کا سربراہ ان کے کانوں میں انڈیلتا ہے' وہ اس پر سحر زدہ معمول کی طرح عمل کرتے ہیں۔ قادیانیوں اور یہودیوں کو ان کی اسلام دشمن پالیسیوں سے روکنے اور مسلمانوں کو ان کے شر سے بچانے کے لئے ضروری ہے کہ مسلم ممالک ان کے خلاف کوئی مشترکہ لائحہ عمل طے کریں اور اس پر سختی سے عمل پیرا ہوں' بصورت دیگر قادیانیت اور یہودیت کا فتنہ ان کے خلاف اپنی شرانگیز مہم میں کامیاب ہو جائے گا' جو کسی طور مسلمانوں کے مفاد میں نہیں ہوگا' اس لئے مسلمانوں کو اپنی پالیسی جلد از جلد طے کر لینی چاہیے۔

ضروری اعلان

جلد کی تبدیلی کے بعد ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کے اندرون و بیرون ملک کے تمام قارئین کے نام بقایا جات کی ادائیگی کے سلسلے میں یاددہانی کے خطوط ارسال کئے جا چکے ہیں۔ جن حضرات کے نام بقایا جات واجب الادا ہیں وہ فوراً اپنی رقم بنام ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کراچی بذریعہ منی آرڈر' چیک یا ڈرافٹ ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔

نوٹ : خط و کتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کی وضاحت ضرور فرمائیں۔ (ادارہ)

[illegible] ختم نبوت اور [illegible]

دارالعلوم دیوبند میں عقیدۂ ختم نبوت اور حفاظت دین کے موضوع پر حضرت مولانا محمد منظور نعمانی قدس سرہٗ کی ایک اہم تقریر قارئین کی دلچسپی کے لئے شائع کی جارہی ہے۔

نبوت و رسالت' انسان کی سب سے اہم' بنیادی اور فطری ضرورت اور راہِ سعادت کی طرف اس کی رہنمائی کی تکمیل کا خدائی انتظام ہے' جو ابتدائے آفرینش سے چھٹی صدی عیسوی تک تو اس طرح جاری رہا کہ قوموں' علاقوں اور مختلف بنیادوں پر قائم ہونے والے انسانی مجموعوں' معاشروں کے لئے الگ الگ انبیاؑ و رسل کی بعثت مختلف زمانوں میں ہوتی رہی' پھر چھٹی صدی عیسوی میں جب کہ انسانیت بلوغ کو پہنچ گئی اور حکمتِ الٰہی کے نظر نہ آنے والے مسلسل عمل کے نتیجہ میں دنیا کے جغرافیائی' تمدنی' مواصلاتی اور ذہنی احوال اس طرح کے ہوگئے کہ پوری دنیا کو ایک رہنمائی کا مخاطب بنانا' اسے ایک ہی مرکز ہدایت سے وابستہ کرنا ممکن ہوگیا اور قیامت کے لئے دین اور دین کے سرچشموں کتاب وسنت کی حفاظت کے اسباب پیدا ہوگئے' تب سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مبارک سلسلہ کا خاتم اور عالمین کے لئے مبعوث فرمادیا گیا اور گویا یہ طے کردیا گیا کہ قیامت تک کے آنے والے زمانہ اور پورے کرۂ ارض میں بسنے والے انسانوں میں سے کسی ایک فرد پر اب ایک لمحہ بھی ایسا نہیں آئے گا جو نبوت اور اس کے فیضانِ ہدایت سے خالی ہو۔

اس پہلو پر غور فرمایا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ ختم نبوت اس نعمتِ عظمیٰ کے انقطاع اور اس کے فیض سے محرومی نہیں' بلکہ اس کے دوام و تسلسل کا نام ہے۔

ختم نبوت کا ایک اور پہلو اس لائق ہے کہ اسے اچھی طرح سمجھ کر عام کیا جائے' وہ یہ ہے کہ گزشتہ امتوں کے لئے نئے نبی کی آمد ایک شدید آزمائش ہوا کرتی تھی۔ آنے والے نبی سے پہلے

مولانا محمد منظور نعمانیؒ

نبیوں کے ماننے والوں میں سے بہت کم لوگ اس کو قبول کرتے اور اس پر ایمان لاتے تھے۔ بڑی تعداد انکار وتکذیب اور کفر کا راستہ اختیار کرکے لعنتی اور جہنمی ہوجاتی تھی۔ سب سے آخری دو عظیم الشان رسولوں ہی کی مثال سامنے رکھ لیجئے۔ اسرائیلی سلسلہ کے آخری رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب تشریف لائے اور احیاءِ موتیٰ جیسے معجزے لے کر تشریف لائے' تو یہودیوں میں سے کتنے ان پر ایمان لائے؟ اور کتنوں نے ان کو (نعوذ باللہ) جھوٹا مدعی نبوت قرار دے کر لعنتی اور واجب القتل قرار دیا؟ اور ان کی شرعی عدالت نے ان کو سولی کے ذریعہ سزائے موت دینے کا فیصلہ کیا' اور اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو نہ مان کر اس وقت کی قریب قریب پوری یہودی امت لعنتی اور جہنمی ہوگئی۔

اسی طرح جب ان کے بعد سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو اگرچہ آپ' کے بارے میں واضح پیش گوئیاں تورات وانجیل وغیرہ اگلی آسمانی کتابوں میں موجود تھیں' اس کے باوجود اگلے پیغمبروں اور ان کی اگلی کتابوں کے ماننے والے یہود ونصاریٰ میں سے بس چند ہی نے آپ کو قبول کیا اور آپ پر ایمان لائے' باقی سب انکار وتکذیب اور کفر کا راستہ اختیار کرکے دنیا میں اللہ کی لعنت اور آخرت میں جہنم کے ابدی عذاب کے مستحق ہوئے۔

پس اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کا سلسلہ ختم فرماکر اس امت محمدیہ پر یہ عظیم رحمت فرمائی کہ اس کو اس سخت ترین امتحان اور آزمائش سے محفوظ فرمایا۔

اگر بالفرض نبوت کا سلسلہ جاری رہتا تو یقیناً وہی صورت ہوتی جو پہلے ہمیشہ پیش آتی رہی تھی' یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے بہت تھوڑے لوگ آنے والے نبی کو قبول کرتے اور زیادہ تر آپ'

کے احتی اس کا انکار کرکے (معاذ اللہ) کافر اور لعنتی ہوجاتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے نبوت کا سلسلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم فرماکر اس امت کو ہمیشہ کے لئے کفر اور لعنت کے اس خطرہ سے محفوظ فرمادیا۔ اس لئے یہ ختم نبوت امت محمدیہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین رحمت ہے۔

اس سلسلہ میں ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ پیغام الٰہی کی تبلیغ اور اس کو قبول کرنے والوں کی تعلیم و تربیت کے کام کے علاوہ ایک کام یہ بھی تھا کہ ایک ایسی امت تیار کردیں جو ان تینوں کاموں کو سنبھال لے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حقیقت کی تعبیر یہ کہہ کر فرمائی ہے کہ بعثت "بعثت مزدوجہ" تھی یعنی آپ کی بعثت کے ساتھ آپ کی امت کی بھی بعثت ہوئی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں اس طرف اشارے بھی آئے ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی امت میں وقتاً فوقتاً ایسے بندے پیدا فرماتا رہے گا جو آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین کی حفاظت و اشاعت اور اس کی صفائی و آبیاری کی خدمت انجام دیتے رہیں گے۔ آپ ﷺ کے ایک ارشاد کے الفاظ ہیں:

"ان اللہ یبعث لہذہ الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لہا دینہا."

ایک اور حدیث کے الفاظ ہیں:

"یحمل ہذا العلم من کل خلف عدولہ ینفون عنہ تحریف الغالین و انتحال المبطلین و تاویل الجاہلین."

ایک اور ارشاد کے الفاظ ہیں:

"لکل قرن سابق."

ایک اور حدیث کے الفاظ ہیں:

"بدأ الاسلام غریباً و سیعود غریباً فطوبیٰ للغرباء قیل من الغرباء یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)؟ قال الذین یصلحون ما افسد الناس من امتی."

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان سب ارشادات کا حاصل یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر دور میں آپ کی امت میں ایسے افراد پیدا فرماتا رہے گا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی حفاظت و اشاعت اور تجدید و صفائی کا کام کرتے رہیں گے۔

گزشتہ چودہ سو سال میں دین کی جو خدمات ہوئی ہیں وہ دراصل انہی ارشادات نبوی کی عملی تطبیق ہیں۔

محققین کا خیال ہے کہ ہزارۂ دوم کے آغاز سے اس عظیم کام کا خصوصی مرکز حکمت الٰہی نے سرزمین ہند کو بنایا۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے یہاں اس زریں سلسلہ کا آغاز ہوا۔ ان سے اللہ تعالیٰ نے جو بڑے بڑے کام لئے۔ ان میں اکبر کے دین الٰہی کا خاتمہ سرفہرست ہے، جو ایسا فنا ہوا کہ اب تلاش کرنے سے اس کا ذکر صرف تاریخ کی کتابوں میں ملتا ہے۔ اس کے علاوہ توحید و سنت کی اشاعت، مشرکانہ رسوم و بدعات کے خلاف جہاد، تزکیہ و احسان کے صاف ستھرے نظام کی ترویج، بگڑے ہوئے تصوف کی بیخ کنی اور فتنہ سے اس دور کے مسلمانوں کو بچانے کی جدوجہد ان کے چند اہم تجدیدی کارنامے ہیں۔

ان کے بعد یہ امانت بارہویں صدی میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد ہوئی۔ ان کے زمانے میں ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں پر سخت حالات تھے، باہمی تفرقہ و انتشار بہت زیادہ بڑھا ہوا تھا، چھوٹی چھوٹی باتوں پر اصرار کی وجہ سے مسلمانوں کے مختلف حلقوں اور مکاتب فکر کی صلاحیتیں باہم ایک دوسرے کی تردید و تضلیل پر صرف ہورہی تھیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے وہ تمام کام کئے جن سے ملت اسلامیہ کی تعمیر نو ہوسکے اور اس کی صفوں میں اتحاد اور قدموں میں ثبات پیدا ہو اور ذوق و مزاج عملی اور مثبت ہو، لیکن اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے وقت کے فتنوں اور اسلام کو درپیش داخلی و خارجی خطروں پر بھی کڑی نظر رکھی۔

یہاں خاص طور پر اس سلسلہ میں ان کے کام کا حوالہ دیا جاسکتا ہے۔ انہوں نے نہ صرف یہ کہ خود دو کتابیں "ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء" اور "قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین" تصنیف کیں، بلکہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے اس رسالہ کا عربی ترجمہ بھی کیا، جو انہوں نے اس سلسلہ میں علماً خراسان کے فتوے کی تائید میں لکھا تھا۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے متصلاً بعد ان کے صاحبزادۂ گرامی حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ آیا۔ اس زمانہ کے حالات کا اندازہ آپ جیسے اہل علم و نظر حضرات صرف اس سے لگا سکتے ہیں کہ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے زمانہ میں ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا تھا، لیکن اپنے تمام دوسرے کاموں کے ساتھ، جن میں رجال کار کی تیاری کا کام سب سے زیادہ اہم تھا، انہوں نے بھی فتنوں سے اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت کے لئے کتاب تصنیف فرمائی،

جو انشاء اللہ اس راہ میں قیامت تک مسلمانوں کی رہنمائی کرتی رہے گی۔

پھر حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تمام کاموں کے ساتھ، جن میں اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے میدان کارزار کا سجانا سرفہرست ہے، شرک و بدعات کی بیخ کنی کا کام پورے اہتمام کے ساتھ جاری رکھا۔

پھر وہ وقت آیا کہ مغلیہ حکومت کا اگرچہ کچھ نام باقی تھا، لیکن فی الحقیقت وہ ختم ہوچکی تھی۔ اس کی جگہ ''ایسٹ انڈیا کمپنی'' کا اقتدار قائم ہوچکا تھا، اس وقت مسلمانوں کی سیاسی مغلوبیت اور کمزوری کے اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے عیسائی مبلغین کی ایک فوج میدان میں آگئی، انہوں نے سمجھا تھا کہ اس وقت مسلمانوں کو عیسائی بنالینا آسان ہوگا، انہوں نے تحریر و تقریر سے تبلیغی مہم وسیع پیمانے پر شروع کردی، تو ہمارے سلسلہ کے اکابر میں سے حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہم اللہ اور دیگر علمائے کرام نے ایسا مقابلہ کیا، جس نے عیسائی مبلغین کو ہمیشہ کے لئے پسپا اور خاص کر مسلمانوں کی طرف سے مایوس کردیا۔

اس کے کچھ ہی عرصہ بعد سوامی دیانند سرسوتی کی آریہ سماجی تحریک وجود میں آئی، انہوں نے بھی اسلام اور مسلمانوں کو اپنا نشانہ بنایا۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر و تقریر سے اس کا بھی مقابلہ کیا۔

اسی دور میں یورپ کے سیاسی غلبہ اور اقتدار کے نتیجہ میں عقلیت اور روشن خیالی کے خوبصورت ناموں سے دہریت اور نیچریت کا فتنہ اٹھا۔ اللہ تعالیٰ کی خاص توفیق سے حضرت نانوتویؒ نے اس طرف بھی خاص توجہ فرمائی اور اپنی تصانیف اور تقریروں سے ثابت کیا کہ اسلام کے تمام بنیادی عقائد و مسائل عقل و فطرت کے عین مطابق ہیں، اور جو اسلام کے خلاف ہے وہی خلاف عقل و فطرت ہے۔

پھر ان خارجی حملوں اور فتنوں کے دفاع اور مقابلہ کے ساتھ ضلالت کے خلاف بھی آپ نے لسانی اور قلمی جہاد کیا۔ اس سلسلہ میں آپ کی مستقل تصنیف اور اس موضوع سے متعلق آپ کے مکتوبات حضرات اہل علم کے لئے قابل مطالعہ ہیں۔

اس کے علاوہ تعلیمات نبویؐ اور دین کی حفاظت و اشاعت کا سلسلہ جاری رکھنے کے لئے دینی مدارس کے قیام کی طرف بھی آپ نے خاص توجہ فرمائی۔ علی ہذا۔

آپ کے رفیق خاص حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی عمر بھر داخلی فتنوں، گمراہیوں اور مشرکانہ رسوم و بدعات سے اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت کے لئے جدوجہد فرمائی، اور اس کو تقرب الی اللہ کا ذریعہ سمجھا۔

انہی کے زمانہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کا فتنہ شروع ہوا۔ ابتداء میں جب تک حضرتؒ کے علم میں اس کی وہ باتیں اور دعوے نہیں آئے تھے، جن کی وجہ سے اس کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دینا فرض و واجب ہوجاتا، اس وقت تک آپ نے احتیاط فرمائی، لیکن جب اس کے ایسے دعوے سامنے آئے، جن کے بعد کف لسانی کی بھی گنجائش نہ رہی تو حضرت نے اس کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔

حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ کے بعد ان کے تلامذہ و مسترشدین حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری، حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہم اللہ، پھر ان کے تلامذہ و مسترشدین امام العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری، حضرت مولانا سید محمد مرتضیٰ حسن چاندپوری، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی (رحمہم اللہ تعالیٰ)، یہ سب حضرات بھی اپنے اکابر و اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے خارجی حملوں اور داخلی فتنوں سے دین کی حفاظت، علوم نبوی کی اشاعت، امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور امت کی اصلاح و ارشاد کی خدمت انجام دیتے رہے۔

اس وقت بھی ہم میں بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے، جنہوں نے ان (میں سے بعض) اکابر کی دینی غیرت و حمیت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، ہم شہادت دیتے ہیں کہ کوئی بڑی سے بڑی مصلحت ان حضرات کو کسی فتنے سے سمجھوتہ اور کسی زیغ وضلال کو نظر انداز کرنے اور اس سے چشم پوشی پر آمادہ نہیں کرسکتی تھی۔ بارہا ہم نے دیکھا اور تجربہ کیا کہ ہمارے یہ اکابر کسی مسئلہ کی طرف بڑی شدت سے متوجہ ہوئے جو ہم جیسے کوتاہ نظروں کی نگاہ میں اس شدت کا مستحق نہیں تھا، لیکن تھوڑے ہی دن بعد سامنے آگیا کہ ہم جس فتنہ کو بہت معمولی سمجھ رہے تھے، یا اس کو دین میں رخنہ اور فتنہ ہی نہیں سمجھ رہے تھے، وہ دین کے لئے ایسے زہریلے برگ و بار لایا کہ الامان والحفیظ!

تحفظ ختم نبوت...... اس سلسلہ میں ہمارے استاذ امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہ سے (خاص طور سے دارالعلوم دیوبند کی صدارت تدریس کے دور میں) اللہ تعالیٰ نے جو کام لیا اور اس کے بارے میں ان کا جو حال تھا، میں مناسب بلکہ ضروری سمجھتا ہوں کہ اس موقع پر آپ حضرات کے سامنے اس کا کچھ ذکر کروں، میں اس کا عینی شاہد ہوں۔

اس وقت میں اس سلسلہ کی حضرت کی تصانیف اور ان کی علمی عظمت واہمیت کا ذکر نہیں کروں گا۔ اسی طرح حضرت کی توجہ اور فکر مندی سے آپ کے تلامذہ کی جو ایک بڑی تعداد قادیانی فتنہ کے خلاف تحریر و تقریر کے ذریعہ علمی جہاد کے لئے تیار ہو کر میدان میں آ گئی تھی' اس کا بھی ذکر نہیں کروں گا' بس چند واقعات ذکر کروں گا' جن سے اس فتنہ کے بارے میں حضرت کی شدت احساس اور قلبی اضطراب کا کچھ اندازہ لگایا جا سکے گا۔

میں ۱۳۴۵ھ میں یہاں (دارالعلوم دیوبند میں) دورۂ حدیث کا طالب علم تھا' یہ دارالعلوم دیوبند میں حضرتؒ کی صدارت تدریس اور درس حدیث کا آخری سال تھا' جس دن دورۂ حدیث کے طلبہ کا سالانہ امتحان ختم ہوا' اس دن حضرتؒ نے بعد نماز عصر مسجد میں دورہ سے فارغ ہونے والے طلباً سے خصوصی خطاب فرمایا' وہ گویا ہم لوگوں کو حضرتؒ کی آخری وصیت تھی۔ اس میں دوسری اہم باتوں کے علاوہ یہ بھی فرمایا کہ ہم نے اپنی عمر کے پورے تیس سال اس میں صرف کئے کہ یہ اطمینان ہو جائے کہ فقہ حنفی حدیث کے خلاف نہیں ہے' الحمدللہ فیما بیننا وبین اللہ اس پر پورا اطمینان ہو گیا کہ فقہ حنفی حدیث کے خلاف نہیں ہے..... لیکن اب ہمارا احساس ہے کہ ہم نے اپنا یہ وقت ایسے کام پر صرف کیا جو زیادہ ضروری نہیں تھا' جو کام زیادہ ضروری تھے' ہم ان کی طرف توجہ نہیں کر سکے' اس وقت سب سے زیادہ ضروری کام دین کی اور امت کی فتنوں سے حفاظت ہے' جو بلاشبہ فتنہ ارتداد ہے' میں آپ لوگوں کو وصیت کرتا ہوں کہ ان فتنوں سے امت کی اور دین کی حفاظت کے لئے اپنے کو تیار کریں' یہ اس وقت کا ''جہاد فی سبیل اللہ'' ہے' آپ اس کے لئے اردو تحریر و تقریر میں مہارت پیدا کریں اور جن کے لئے انگریزی میں مہارت حاصل کرنے کا امکان ہو' وہ انگریزی میں مہارت پیدا کریں' ملک کے اندر ان فتنوں کا مقابلہ اردو میں کیا جا سکتا ہے اور ملک کے باہر انگریزی کے ذریعہ۔

حضرت الاستاذ قدس سرہ سے یہ ارشاد سنے ساٹھ سال سے زیادہ ہو چکے ہیں۔ الفاظ میں تو یقیناً فرق ہو گا' لیکن اطمینان ہے کہ حضرتؒ کا پیغام اور ہم لوگوں کو وصیت یہی تھی۔

حضرتؒ اپنے خطابات اور تقریروں میں قادیانی فتنہ پر گفتگو فرماتے ہوئے اکثر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس غیر معمولی حال اور اضطراب کا ذکر فرماتے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ارتداد کے فتنوں خاص کر نبوت کے مدعی مسیلمہ کذاب کے فتنہ کے سلسلے میں آپؓ پر طاری تھا' ہم لوگ محسوس کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے قادیانی فتنہ کے بارے میں کچھ اسی طرح کا حال ہمارے حضرت الاستاذؒ پر طاری فرما دیا تھا۔

یہاں میں فتنۂ قادیانیت کے سلسلہ میں حضرت شاہ صاحبؒ سے متعلق ریاست بہاولپور کے تاریخی مقدمہ کا واقعہ بھی ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ یہ مقدمہ بہاولپور کی جج کی عدالت میں تھا۔ ایک مسلمان خاتون نے دعویٰ کیا تھا کہ میرا نکاح فلاں شخص سے ہوا تھا' اس نے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا تھا' بعد میں معلوم ہوا کہ وہ قادیانی ہے' اس لئے وہ کافر ہے' عدالت میرے اس نکاح کو فسخ اور کالعدم قرار دے۔ بہاولپور کے علمائے کرام نے اس مقدمہ کی پیروی کا فیصلہ کیا' اس سلسلہ میں حضرت شاہ صاحبؒ کو بھی دعوت دی گئی کہ وہ تشریف لائیں اور عدالت میں بیان دیں۔ اس وقت حضرتؒ مریض اور مرض کی وجہ سے بہت ضعیف ونحیف تھے' بالکل اس قابل نہ تھے کہ بہاولپور تک کا طویل سفر فرما سکیں' لیکن آپ نے اسی حال میں تشریف لے جانے کا فیصلہ فرمایا (میں نے سنا ہے کہ حضرتؒ فرماتے تھے کہ میرے پاس کوئی عمل نہیں ہے جس سے نجات کی امید ہو' شاید اس حال میں یہ سفر ہی میری نجات و مغفرت کا وسیلہ بن جائے)۔ بہر حال حضرتؒ تشریف لے گئے اور جا کر عدالت میں بڑا معرکۃ الآراء بیان دیا' دوسرے چند حضرات علمائے کرام کے بھی بیانات ہوئے۔ خاص کر حضرت شاہ صاحبؒ کے بیان نے فاضل جج کو مطمئن کر دیا کہ قادیانی' ختم نبوت کے انکار اور مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی ماننے کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج' کافر اور مرتد ہیں۔ انہوں نے (جج نے) بہت مفصل فیصلہ لکھا' دعویٰ کرنے والی مسلم خاتون کے حق میں ڈگری دی اور نکاح فسخ اور کالعدم قرار دیا۔ فاضل جج کا یہ فیصلہ قریباً ڈیڑھ سو صفحات کی کتاب کی شکل میں اسی زمانہ میں ''فیصلہ مقدمہ بہاولپور'' کے نام سے شائع ہو گیا تھا۔ اس کے مطالعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کی بڑی بنیاد حضرت شاہ صاحبؒ کا بیان تھا۔ برطانوی حکومت کے دور میں یہ پہلا عدالتی فیصلہ تھا جس میں قادیانیوں کو کافر اور غیر مسلم قرار دیا گیا تھا۔

فتنۂ قادیانیت کے ہی سلسلہ میں ایک واقعہ حضرت شاہ صاحبؒ کے جلال کا بھی سن لیجئے۔ دورۂ حدیث کے ہمارے ہم سبق طلباً میں ضلع اعظم گڑھ کے بھی چند حضرات تھے۔ اسی زمانے میں ضلع اعظم گڑھ کے ایک صاحب جو قادیانی تھے' سہارنپور میں حکومت کے کسی بڑے عہدہ پر آ گئے' وہ ایک دن اپنے ہم ضلع اعظم گڑھی طلباً سے ملنے کے لئے (لیکن فی الحقیقت ان کو جال میں پھانسنے کے لئے) آئے' ان

طلباؑ نے ان کی اچھی خاطر مدارت کی' وہ شکار کے بہانے ان میں سے بعض کو اپنے ساتھ بھی لے گئے' یہ طلباء رات کو واپس آئے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کو کسی طرح اس واقعہ کی اطلاع ہوگئی۔ حضرتؒ کو ان طلباؑ کی اس دینی بے حمیتی سے سخت قلبی اذیت ہوئی' ان طلباؑ کو اس کا علم ہوا تو ان میں سے ایک سعادت مند طالب علم غالباً معافی مانگنے کے لئے حضرتؒ کی خدمت میں پہنچ گئے' حضرتؒ پر جلال کی کیفیت طاری تھی' قریب میں ایک چھڑی رکھی تھی' اس چھڑی سے اس طالب علم کی خوب پٹائی کی (یہ فاروقی شدت فی امر اللہ کا ظہور تھا)' ہمارے وہ ہم سبق طالب علم ساتھی بڑے خوش اور مسرور تھے اور اس پر فخر کرتے تھے کہ ایک غلطی پر حضرت شاہ صاحبؒ کے ہاتھ سے پٹنے کی سعادت ان کو نصیب ہوئی' جو حضرت کے ہزاروں شاگردوں میں سے غالباً کسی کو نصیب نہ ہوئی ہوگی' کیونکہ حضرتؒ فطری طور پر بہت ہی نرم مزاج تھے' ہم نے کبھی ان کو غصہ کی حالت میں نہیں دیکھا۔

آخر میں اپنا ایک ذاتی واقعہ ذکر کرنا بھی مناسب سمجھتا ہوں۔ میرے آبائی وطن سنبھل سے قریباً چندرہ میل کے فاصلہ پر ایک موضع ہے' اس موضع میں چند دولت مند گھرانے تھے' والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ سے ان لوگوں کے تجارتی اور کاروباری تعلقات تھے' جس کی وجہ سے ان کی آمد و رفت رہتی تھی۔ میں جب شعبان ۱۳۴۵ھ کے اواخر میں دارالعلوم کی تعلیم سے فارغ ہوکر مکان پہنچا تو میرے بڑے بھائی صاحب نے بتلایا کہ اس موضع والوں کے کوئی رشتہ دار امروہہ میں ہیں جو قادیانی ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ وہ برابر وہاں آتے ہیں' قادیانیت کی تبلیغ کرتے ہیں' دعوت دیتے ہیں اور لوگ متاثر ہو رہے ہیں اور سنا ہے کہ اس کا خطرہ ہے کہ بعض لوگ قادیانی ہوجائیں۔ میں نے عرض کیا کہ وہاں چلنا چاہئے' آپ پروگرام بنایئے۔ (میرے یہ بھائی صاحب مرحوم عالم تو نہیں تھے' لیکن اللہ تعالیٰ نے دین کی بڑی فکر عطا فرمائی تھی)۔ چند روز کے بعد انہوں نے بتلایا کہ معلوم ہوا ہے کہ امروہہ کا وہ قادیانی (جس کا نام عبدالسمیع تھا) فلاں دن وہاں آنے والا ہے۔ بھائی صاحب نے اس سے ایک دن پہلے وہاں پہنچنے کا پروگرام بنایا' رمضان المبارک کا مہینہ تھا' ہم اپنے پروگرام کے مطابق وہاں پہنچ گئے۔ ہم نے لوگوں سے باتیں کیں تو اندازہ ہوا کہ بعض لوگ (قادیانیت سے) بہت متاثر ہوچکے ہیں' بس اتنی ہی کسر ہے کہ ابھی باقاعدہ قادیانی نہیں ہوئے ہیں۔ جب ہم نے قادیانیت کے بارے میں ان لوگوں سے گفتگو کی تو انہوں نے بتلایا کہ امروہہ سے عبدالسمیع صاحب آنے والے ہیں' آپ ان کے سامنے یہ باتیں کریں' ہم نے کہا: یہ تو بہت ہی اچھا ہے' ہم ان سے بھی بات کریں گے' اور ان کو بھی بتلائیں گے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کیسا آدمی تھا اور اس کو نبی ماننا گمراہی کے علاوہ کتنی بڑی حماقت ہے۔ اس گفتگو ہی کے درمیان وہاں کے ایک صاحب نے (جو کچھ پڑھے لکھے) اور عبدالسمیع کی باتوں سے زیادہ متاثر تھے' بتلایا کہ وہ تو (یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ) مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی سے مناظرہ کرچکا ہے اور امروہہ کے سب بڑے بڑے عالموں سے بحث کرچکا ہے اور سب کو لاجواب کرچکا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ یہ بات سن کر میں بڑی فکر میں پڑ گیا اور دل میں خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنی تجربہ کاری اور چرب زبانی سے لوگوں کو متاثر کرلے' میں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ میری مدد اور انجام بخیر فرمائے' میں اسی حال میں سو گیا' خواب میں حضرت استاذ (علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری) قدس سرہ کو دیکھا' آپ نے کچھ فرمایا' جس سے دل میں اعتماد اور یقین پیدا ہوگیا کہ کوئی بڑے سے بڑا قادیانی مناظر آجائے تب بھی اللہ تعالیٰ میرے ذریعہ حق کو غالب اور اس (قادیانی) کو مغلوب فرمائے گا' اس کے بعد میری آنکھ کھلی تو الحمدللہ! میرے دل میں وہی اعتماد و یقین تھا' لیکن امروہہ سے وہ قادیانی عبدالسمیع نہیں آیا۔ ہم نے کہا کہ اب جب بھی وہ آئے تو ہم کو اطلاع دیجئے' ہم انشاء اللہ آئیں گے۔ اس کے بعد ہم نے لوگوں کو بتلایا اور سمجھایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا یا کسی دعویٰ کرنے والے کو نبی ماننا صریح کفر و ارتداد ہے اور مرزا قادیانی کے بارے میں بتلایا کہ وہ کیسا آدمی تھا' ہم بفضلہ تعالیٰ وہاں سے اس اطمینان کے ساتھ واپس ہوئے کہ انشاء اللہ اب یہاں کے لوگ اس قادیانی کے جال میں نہیں آئیں گے۔ خواب میں اللہ تعالیٰ نے جو کچھ مجھے دکھایا' اس کو میں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت اور حضرت شاہ صاحبؒ کی کرامت سمجھا۔

حضرت شاہ صاحبؒ کے یہ چند واقعات تو میں نے صرف اس لئے بیان کئے کہ اس دارالعلوم دیوبند کے اکابر میں سے اللہ تعالیٰ نے ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانی فتنہ کے خلاف جہاد کا سب سے زیادہ کام انہی سے لیا' ورنہ میں تاریخی تسلسل کی روشنی میں عرض کر رہا تھا کہ ہمارے اس سلسلہ مجددی وولی اللّٰہی اور سلسلۂ قاسمی و گنگوہی کی ایک خصوصیت بتوفیق خداوندی ہر قسم کے فتنوں اور ہر قسم کی تحریف سے دین اور امت کی حفاظت اور اس سلسلہ میں پوری بیداری' ہوشیاری اور صلابت و صراحت رہی ہے۔ ہمیں یہ فکر کرنی چاہئے کہ یہ مزاج اپنی تمام تر خصوصیات کے ساتھ زندہ اور قائم رہے اور ہماری ان نسلوں کو منتقل ہو جو ہمارے مدارس میں تیار ہو رہی ہیں۔

میں اس موقع پر اپنا یہ احساس عرض کردینا ضروری سمجھتا ہوں کہ وقت کا بہت اہم مسئلہ یہ ہے کہ امت کے عوام ہی میں نہیں' بلکہ ان میں جن کو خواص سمجھا جاتا ہے' ایک بڑی تعداد ایسی ہے جو دین کے بنیادی عقائد و حقائق کے بارے میں بھی تسامح' تساہل اور چشم پوشی کے رویہ کو اچھے اچھے نام دے کر اختیار کرتی جارہی ہے' خطرہ یہ ہے کہ وہ ایمانی غیرت و حمیت اور وہ دینی حس جو اکثر بڑے بڑے فتنوں کے مقابلہ میں محافظین دین کی مددگار رہی ہے' کہیں وہ اتنی مضمحل نہ ہوجائے کہ پھر اس کے بعد آپ کو دوطرفہ کام کرنا پڑے' ایک تو آپ کو ان فتنوں کا مقابلہ کرنا پڑے اور دوسری طرف امت کو بلکہ اس کے خواص کو اس بات پر مطمئن کرنے پر اپنی توانائی صرف کرنی پڑے کہ عقیدہ اور دین پر کسی اور شے کو مقدم کرنا ہمارے دین کے خلاف ہے' اگر یہ اجلاس ختم نبوت کے خلاف ہونے والی صریح اور پوشیدہ بغاوتوں اور اسی طرح دوسرے فتنوں کے مقابلہ کے لئے اپنے اکابر و اسلاف کی روایات کو زندہ کرنے کی کوشش کا نقطۂ آغاز بن جائے اور مدارس کے فضلاء کی ایسی جامع تربیت کا ایسا پروگرام شروع کرنے کا فیصلہ کردے جس کے ذریعہ انہیں دین کی حفاظت اور فتنوں کے مقابلہ کے لئے تیار کیا جائے تو میرے خیال میں یہ اجلاس کی افادیت کا ایک عملی ثبوت ہوگا۔

آخری کلمہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام ہے۔

اللھم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم و اجعلنا منھم و اخذل من خذل دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم و لا تجعلنا منھم.

☆☆..........☆☆

قرآن کی کہانی' خود اس کی زبانی

محمد زبیر اعظمی' ایولہ ضلع ناسک

مسلمانوں نے پہنایا گلابی پیرہن مجھ کو
ہوئے پہنا کے پھر غافل یہی زریں مجھ کو

میں اپنی قدر و قیمت خود زمانے کو سناتا ہوں
نہ سمجھیں تا کہ ہرگز اہل دنیا بے وزن مجھ کو

مجھے اللہ نے ذات محمدؐ پر اتارا تھا
صحابہؓ نے بنایا تھا رفیق جان و تن مجھ کو

گلے مجھ کو لگایا ہے سب ہی اللہ والوں نے
شریعت نے بتایا دافع رنج و محن مجھ کو

جو پاجاتے ہیں خوشبو مرے الفاظ و معانی کی
سمجھتے ہیں بڑا انعام رب ذوالمنن مجھ کو

کسی حالت کا اہل دل کبھی شکوہ نہیں کرتے
مصیبت میں بنالیتے ہیں مونس دلفتا مجھ کو

میں ضامن ہوں جہاں میں سرفرازی اور عزت کا
فضیلت اس لئے دیتے ہیں اب اہل چمن مجھ کو

نظام زندگانی میں نے سکھلایا ہے دنیا کو
وہ سچے ہیں جو کہتے ہیں شہنشاہ زمن مجھ کو

جو ہوگا دور مجھ سے دور ہوگا رحمت حق سے
ہے رحمت اس پہ جو رکھے قرین روح تن مجھ کو

زبیر اعظمی کو شاد رکھ آباد رکھ یارب
بنایا ہے وہ جس نے آج موضوع سخن مجھ کو

ہر سمت نظر آتا ہے فیضانِ محمد ﷺ

مولانا امام علی دانش

ہر شخص کی گردن پہ ہے احسان محمدؐ
ہر سمت نظر آتا ہے فیضان محمدؐ

ممکن نہیں مجھ سے ہو بیاں شان محمدؐ
جبریل امیں رہتے تھے دربان محمدؐ

ہر دور میں باطل نے بہت زور لگایا
لیکن نہ بجھی مشعل قرآن محمدؐ

امت میں ابوبکرؓ کا ثانی نہیں کوئی
جو پاس تھا سب کردیا قربان محمدؐ

اسلام کی عظمت کو عمرؓ نے ہے بڑھایا
ہر ملک میں پھیلادیا فرمان محمدؐ

عثمانؓ نے ارشاد نبیؐ سامنے رکھا
سینچا ہے لہو دے کے گلستان محمدؐ

حیدرؓ کی شجاعت ہو کہ حمزہؓ کی شہادت
دونوں میں نظر آئی ہمیں شان محمدؐ

کرتا ہے وہ اشعار میں بھی ذکر صحابہؓ
جو بھی ہے حقیقت میں ثنا خوان محمدؐ

بڑھتی ہی رہی شان ورفعنا لک ذکرک
اللہ کی رحمت ہے نگہبان محمدؐ

اے میرے خدا تجھ سے یہ دانش کی دعا ہے
چھوٹے نہ کبھی ہاتھ سے دامان محمدؐ

☆☆

اسلام اور امن عالم

رضاء الرحمٰن عاکف

اسلام کے اندر جہاں اور بہت سی خوبیاں ہیں' وہیں ایک قابل تعریف بات یہ ہے کہ اس نے اخوت انسانی کا نظریہ پیش کیا' جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

"اے لوگو! ڈرو اپنے رب سے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورت دنیا میں پھیلا دیئے۔"

اسلام نے بحیثیت انسان کسی کو کسی پر فوقیت نہ دی اور سب کو آدم کی اولاد قرار دیتے ہوئے ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا ہے' کسی طرح کی تفریق اونچ نیچ اور دیگر کسی بھی غیر اخلاقی تقسیم کا اسلام زبردست مخالف ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اس نے حقوق انسانی کے سلسلے میں بھی کوئی امتیاز نہیں برتا۔ قرآن کریم کے احکامات کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں احترام انسانی' خدمت خلق' جذبہ خیر سگالی اور پڑوسی کے حقوق کے سلسلے میں مسلم وغیر مسلم میں بھی کوئی تخصیص نہیں ہے' اس سلسلے میں اسلام واضح طور پر کہتا ہے:

☆......"اپنے بھائی کے لئے بھی وہی چیز پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو۔" (بخاری)

☆......"جس کے شر سے اس کا ہمسایہ محفوظ نہ ہو وہ مسلم نہیں خواہ وہ پڑوسی مسلم ہو یا غیر مسلم۔" (مشکوٰۃ)

☆......"تم زمین والوں پر رحم کرو تم پر آسمان والا رحم کرے گا۔" (ابوداؤد)

مندرجہ بالا آیت مقدسہ اور احادیث مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں خدمت خلق اور انسانی ہمدردی کی کس قدر اہمیت ہے۔ ضروری معلوم ہوتا ہے یہاں اس غلط فہمی کو بھی دور کرتے چلیں' جس کے تحت کچھ لوگ قرآن کریم کی ان آیات کی مثال دے کر جن میں کفار سے جہاد کرنے اور انہیں قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے' اسلام کے پرتشدد اور امن مخالف ہونے کا جواز فراہم کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو سمجھ لینا چاہئے کہ قرآن کریم کے احکامات الگ الگ حیثیت کے لئے ہیں یعنی اس کی کچھ آیات کے احکام تو مخصوص ہیں اور کچھ آیات کے احکامات عام ہیں' تو قرآن کریم کی جن آیات میں کافروں سے لڑنے کا حکم دیا گیا ہے وہ مخصوص احکام میں داخل ہیں' یعنی ان کا اطلاق ایسے وقت میں ہوگا جب حالت جنگ کی ہوگی' حالت امن میں یہ احکامات ساقط ہو جائیں گے' پھر اس میں اسلام ہی کی تخصیص کیا ہے؟ یہ تو دنیا کی ہر قوم اور ہر ملک کا اصول رہا ہے کہ حالت جنگ کے احکام الگ ہوتے ہیں اور حالت امن کے الگ۔ اسلام نے تو دوسری قوموں کے برعکس جنگ کے بھی قواعد وضوابط متعین کئے ہیں' کیا تاریخ کی اس سچائی سے انکار کیا جا سکتا ہے کہ اسلام سے پہلے فاتح قوم کو کلی طور پر یہ اختیار حاصل تھا کہ وہ مفتوحین کے ساتھ جیسا بھی چاہیں سلوک کریں' اس سلسلے میں ان کے لئے کسی طرح کی کوئی قید نہ تھی' لیکن اسلام نے یہاں بھی ایک ضابطہ مقرر کیا' اس نے مفتوحین کے ساتھ کئے جانے والے عمل کو متعین کیا۔ مال غنیمت' جنگی قیدیوں اور ذمی کے احکامات مرتب کئے' غرض کہ اسلام نے ہر حالت میں قیام امن اور فتنہ وفساد سے بچنے کی ہدایت کی ہے۔

یہاں ایک سوال یہ بھی ہو سکتا ہے کہ چونکہ اسلام کے اندر مسلم اور غیر مسلم کے نام پر زبردست تفریق ہے تو اس سے بھی انسانی تقسیم کا ثبوت ملتا ہے' اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ اسلامی احکامات دو طرح کے ہیں' ایک خاص دوسرے عام۔ یہاں جن احکامات کو "خاص" کے زمرے میں رکھا جائے گا' ان کا تعلق ایمانیات اور مذہبیات سے ہے اور جو احکامات عام ہیں ان کا تعلق معاملات' اخلاقیات اور حقوق انسانی سے ہے۔ اول الذکر احکامات صرف مسلمانوں تک ہی محدود ہیں جبکہ ثانی الذکر کا اطلاق پوری بنی نوع انسانی پر ہوتا ہے اور ان میں کسی طرح کی کوئی تفریق نہیں ہے' اس لئے شریعت مطہرہ کی روشنی میں انسانی خدمت' انسانی ہمدردی اور اخوت انسانی کے سلسلے میں کسی طرح کا کوئی امتیاز نہیں اور اس میں ایک غیر مسلم کو بھی وہی اختیارات حاصل ہوں گے جو ایک مسلمان کو دیئے گئے ہیں' اقوام عالم کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی ہر قوم ان دو حالتوں میں سے کسی ایک پر ہوگی یعنی یا تو وہ "حاکم" ہوگی یا پھر "محکوم"۔ اسلام نے مسلمانوں کو ان دونوں حالتوں میں ہی پرامن رہنے کا اصول بتایا ہے' اس کے مطابق مسلمان جب حاکم ہوگا تو وہ اپنی زیر نگیں قوموں پر

باقی صفحہ 26 پر

علم کی فضیلت و اہمیت

مولانا سیّد رشید الدین حمیدیؒ

حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ کسی گوشہ میں جہاں میں ہوں، آپ ہوں اور تیسرا کوئی نہ ہو، عبادت کروں اور عبادت کرتے کرتے مرجاؤں، حکم ہوا کہ تمہاری خوشی ہے، لیکن اگر تم ہم سے ہماری خوشی کی بات پوچھو تو وہ یہ ہے کہ ہمیں تمہارا تنہا جنت میں جانا بالکل پسند نہیں، بہتوں کے ساتھ جانا نہایت پسند ہے، حق تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے: "ولقد کرمنا بنی آدم" (ہم نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا) اشرف اور اکرم ہونے کی وجہ صرف علم ہے، انسانی شرافت طاقت، قوت اور زور کی بنیاد پر نہیں ہے، اس لئے کہ اونٹ انسان سے زیادہ زور آور ہے اور نہ شرافت انسانی جسمانی تن و توش کی وجہ سے ہے، ہاتھی سے زیادہ جسمانی تن و توش کس کا ہوگا؟ اور نہ شرافت، شجاعت کی وجہ سے ہے کیونکہ شیر سے زیادہ شجاع اور بہادر کون ہوگا؟ اور نہ شرافت انسانی زیادہ کھانے کی وجہ ہے کیونکہ بیل سے زیادہ کون کھائے گا؟ انسان کی شرافت محض علم کے سبب سے ہے۔

جنت میں علماء کا شرف و مرتبہ:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس طرح لوگ دنیا میں علم اور اہل علم کے محتاج ہیں، اسی طرح جنت میں بھی لوگ علماء کے محتاج رہیں گے، کیونکہ اہل جنت سے اللہ رب العزت ہر روز سوال کریں گے: مانگو کیا مانگتے ہو؟ تو لوگ اپنے علماء سے پوچھیں گے کہ کیا مانگیں؟ علماء انہیں بتائیں گے کہ فلاں فلاں چیز مانگو، تو علماء کا شرف اور مرتبہ وہاں بھی کم نہ ہوگا، ان کے احسانات لوگوں پر جنت میں بھی بدستور رہیں گے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: "جو شخص علم دین اللہ کے واسطے سیکھے گا وہ بمنزلہ اس عابد کے ہے جو ہمیشہ کا روزہ دار، ساری عمر دن رات کا نمازی ہے" اور فرمایا کہ "ایک مسئلہ کا سیکھنا ابو قبیس پہاڑ کے برابر سونا خیرات کرنے سے افضل اور بہتر ہے" اس کی وجہ یہ ہے کہ "تمہارے پاس جو مال و دولت ہے وہ فنا کے کنارے ہے، اور دین کا علم جو خدا کے پاس سے آیا ہے، اسی طرح باقی رہے گا" ایک مسئلہ کسی عالم نے بتایا، اس کے سبب لاکھوں کی نجات ہوگی، کیونکہ وہ مسئلہ اس عالم کی یادگار بن کر دنیا میں باقی رہے گا، مال خواہ کتنا ہی کیوں نہ خرچ کیا جائے، کھانے والوں نے کھالیا اور نجاست بنا کر نکال دیا اور علم جس سینہ میں جائے گا شفا بن کر جائے گا، جب نکلے گا نور بن کر نکلے گا۔

حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ محدث سے پوچھا گیا کہ اگر آپ کو خدا کی طرف سے الہام ہو کہ آپ ابھی مرجائیں گے تو آپ کیا کریں گے؟ انہوں نے فرمایا کہ میں علم کی تحصیل کروں گا، واللہ! کیا عمدہ جواب ہے، موت کے وقت زندگی کی دعا اور حیات کی تلاش کرنی چاہئے۔ درحقیقت علم کی تلاش حیات حقیقی کی تلاش ہے، ادھر حیات مستعار ختم ہوئی ادھر حیات باقی کی تلاش شروع کردی۔ حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ کا قول محض زبانی نہ تھا بلکہ اس پر عمل بھی کر کے دکھایا، عین نزع کی حالت میں ایک منشی آپ کے پاس علمی مسائل لکھ رہا تھا، کسی نے پوچھا کہ اس حالت میں آپ یہ کیا کررہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ابھی ممکن ہے کہ میرے لئے کوئی مفید مطلب کی بات معلوم ہوجائے جو آج تک معلوم نہ ہو۔ سبحان اللہ! علم سے کس درجہ شغف تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ علماء کا مرتبہ دنیا بھر کے مسلمانوں سے سات سو درجہ بلند ہے اور ایک درجہ سے لے کر دوسرے درجہ کا فاصلہ پانچ سو برس کی راہ ہے: عالموں کے برابر جاہل، بے علم کبھی نہیں ہوسکتا۔

دین دار عالم کی مجلس میں جانا:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی عالم دین دار کی مجلس میں ایک مرتبہ حاضر ہونا بہتر ہے ہزار رکعت پڑھنے سے، ایک ہزار بیماروں کی عیادت کرنے سے، ایک ہزار جنازوں میں شرکت کرنے سے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہزار رکعت پڑھنے سے جسم ضعیف ہوا، دل نورانی ہوا، ہزار بیماروں کی عیادت کرنے سے بیماروں کو تسلی ہوئی، انہیں حیات و مغفرت کی امید دلائی، ہزار

جنازوں کے دفن میں شرکت کرکے ہزار لاشوں کی مٹی عزیز کردی' تو ہین سے بچایا' بے شک یہ بڑا کام ہوا' لیکن عالم کی مجلس میں جانا سب سے بڑا کام ہے' جو شخص عالم کے پاس جاتا ہے' ہمیشہ کی حیات کے لئے آب حیات پی لیتا ہے' طبیب روحانی کے پاس گیا تو اپنے مرض کو دفع کیا اور جسم کو بھی راحت پہنچائی' آرام سے بیٹھا سنتا رہے' دل بھی نور علم سے منور ہوتا رہے' اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے افضل فرمایا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عالم شریعت کا مرجانا ایک ہزار ایسے عابدوں کے مرجانے سے جو رات بھر عبادت کریں' دن کو ہمیشہ روزہ رکھیں' زیادہ مصیبت کا باعث ہے' کیونکہ ہزار عابد مرے تو ہزار چراغ جو اکیلے خالی گھر میں روشن تھے گل ہوگئے' ایک عالم مرگیا تو گویا سورج گیا جس کی وجہ سے سینکڑوں روشن گھروں میں اندھیرا ہوگیا۔ اسی لئے فرمایا گیا: "موت العالم موت العالم" ایک عالم کی موت دنیا جہان کی موت کے برابر ہے۔ فرمایا گیا کہ: "فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد" (ایک عالم (دین کا جاننے والا) ایک ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے شیطان پر) کیونکہ شیطان کا کام ہے گمراہ کرنا اور عالم کا کام ہے ہدایت پر گامزن کرنا' ہزار عابد عبادت کرکے خود بخشے گئے' ایک عالم نے ہدایت کے راستہ پر لوگوں کو لگا کر ہزاروں کو بخشوادیا۔

ایک مسئلہ پوچھنے کا ثواب:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ علم کے بڑے خزانے ہیں' اور ان خزانوں کی کنجیاں عالموں سے مسئلہ پوچھنا ہے' لوگو! پوچھتے رہا کرو' ایک مسئلہ پوچھنے سے چار آدمی بخشے جاتے ہیں: مسئلہ پوچھنے والا' مسئلہ بتانے والا عالم' پاس بیٹھا ہوا سننے والا اور اہل علم کے فریق سے محبت رکھنے والا۔

دیکھئے مال اور علم میں کتنا بڑا فرق ہوا۔ حدیث میں آتا ہے کہ جس عورت نے اپنے گھر میں سے سائل کو ٹکڑا خیرات کرنے کا حکم دیا اور گھر کی ملازمہ نے لے جاکر فقیر کے حوالے کیا تو تین آدمی ثواب کے مستحق ہوئے' گھر کا مالک' گھر والی اور ملازمہ' لیکن مانگنے والا ثواب سے محروم رہا' بلکہ اگر بلا ضرورت سوال کیا تو گناہگار رہا' مگر علمی سوال میں سب سے پہلے سائل کی مغفرت ہوگی' قیامت کے دن سب سے پہلے گناہگاروں کی شفاعت انبیاء کریں گے' انہیں بخشوائیں گے' انبیاء کے بعد علماء شفاعت کریں گے' تیسرے درجے میں شہید لوگ شفاعت کریں گے' شہیدوں کا مرتبہ عالموں کے بعد ہے' کیونکہ شفاعت انبیاء کا حق ہے' عالم لوگ انبیاء کے وارث اور نائب ہیں: "العلماء ورثۃ الانبیاء" اور شہید لوگ علم دین اور شریعت محمدیہ کے سپاہی ہیں' پھر سپاہی کا مرتبہ بادشاہ کے نائب کے پیچھے ہونا لازمی ہے' اس لئے مرتبہ میں شہیدوں کو علماء کے پیچھے رکھا گیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری امت کا عطر عالم لوگ ہیں' ہوشیار ہوجاؤ' جس بات سے جاہل کا ایک گناہ معاف ہوگا' اس بات سے عالم کے چالیس گناہ معاف ہوں گے' یعنی اگر جاہل اور عالم دونوں مل کر کوئی ایسی نیکی کریں جس کے کرنے سے گناہ معاف ہوتے ہوں تو اس عمل کے کرنے سے عالم کے چالیس گناہ معاف ہوجائیں گے اور جاہل کا ایک گناہ معاف ہوگا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے عالم اور عابد جب پل صراط پر پہنچیں گے تو عابد سے کہا جائے گا کہ تم سیدھے جنت میں چلے جاؤ' اپنی عبادت گزاری کے سبب سے اور عالم سے کہا جائے گا کہ تم یہاں ٹھہرو' جو گناہگار لوگ یہاں سے گزریں گے ان کی شفاعت کرو' وہ بخشا جائے گا' یہ سن کر عالم عہدہ شفاعت پر کھڑا ہوجائے گا اور لوگوں کو بخشوائے گا' وجہ اس کی یہ ہے کہ انبیاء میں دو صفتیں ہیں: ایک عبادت کی' دوسری تبلیغ احکام کی' عبادت کرنے کی صفت عابدوں کے حق میں آئی اور تبلیغ احکام عالموں کے حصہ میں آئی' عبادت کا نتیجہ' بے حساب جنت میں جانا اور تبلیغ احکام کا نتیجہ شفاعت کا عہدہ ملنا ہے' جب علماء دنیا میں انبیاء کے نائب اور قائم مقام ہوئے تو آخرت میں شفاعت میں بھی انبیاء کے قائم مقام ہوں گے۔

اہل علم کے رتبے خدا کے کلام اور رسول کے فرمان سے تو بہت کچھ ثابت ہیں' لیکن دنیا میں خلفاء اور بادشاہ بھی اہل علم کی بہت قدر کرتے تھے' امیر المومنین حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ جن کا مرتبہ علم' زہد و تقویٰ میں اپنی نظیر نہیں رکھتا' اکثر اوقات حضرت ابن عباسؓ سے مسئلے پوچھا کرتے' کیونکہ ابن عباسؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا تھی: "الٰہی! عبداللہ ابن عباس کو کتاب اور حکمت سکھادے۔" اس دعا کی برکت سے آپ کی معلومات علمی بہت وسیع تھی۔

ایک مرتبہ ایک نصرانی بادشاہ نے چار سوالات لکھ کر حل کرنے کے واسطے حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس بھیج دیئے اور یہ لکھا کہ آسمانی کتابوں کی رو سے اس کا جواب دیا جائے؟

پہلا سوال:...... ایک ماں کے شکم سے ایک دن' ایک وقت میں دو بچے پیدا ہوئے' پھر ایک ہی روز میں دونوں کا انتقال ہوا' ایک بھائی کی عمر سو برس بڑی' دوسرے بھائی کی عمر سو برس چھوٹی ہوئی' یہ کون تھے اور ایسا کس طرح ہوسکتا ہے؟

دوسرا سوال:...... وہ کون سی زمین ہے کہ جہاں ابتدائے پیدائش سے قیامت تک صرف ایک

دفعہ سورج نکلا؟ نہ اس سے پہلے کبھی نکلا تھا اور نہ بعد میں کبھی نکلے گا؟

تیسرا سوال:...... وہ کون سی قبر ہے جس کا مردہ بھی زندہ اور قبر بھی زندہ؟ اور قبر اپنے مدفون کو لئے پھرتی رہی' پھر مردہ قبر سے باہر آ کر زندہ رہ کر بعد میں انتقال کر گیا؟

چوتھا سوال:...... وہ کون سا قیدی ہے جس کو قید خانہ میں سانس لینے کی اجازت نہیں' اور وہ بے سانس لئے زندہ رہتا ہے؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بلایا اور فرمایا کہ ان سوالات کے جواب لکھ دو' حضرت ابن عباسؓ نے جواب تحریر فرمادیا:

پہلا جواب:...... وہ دونوں بھائی جن کی ایک دن کی پیدائش' ایک دن کی وفات ہے' پھر ایک سو برس عمر میں چھوٹا' ایک عمر میں سو برس بڑا' یہ دونوں بھائی حضرت عزیر اور عزیز ہیں (سلامتی ہو ان پر) ایک روز جڑواں پیدا ہوئے' ان دونوں کی وفات کا دن بھی ایک ہی ہے لیکن درمیان میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر کو اپنی قدرت کاملہ دکھانے کے لئے پورے سو برس مارے رکھا' سو برس کے بعد پھر زندہ کیا: "فاماته الله مائة عام ثم بعثه" سو برس کے بعد زندہ ہو کر اپنے گھر گئے' پھر کچھ دنوں تک اور زندہ رہے' اس کے بعد آپ کی اور آپ کے بھائی کی وفات ایک ہی دن میں ہوئی' اس لئے حضرت عزیر کی عمر سو سال کم ہوئی اور عزیز کی عمر سو برس زیادہ ہوگئی۔

دوسرا جواب:...... وہ زمین جس پر ساری عمر میں ایک دفعہ سورج نکلا تھا' پھر دوبارہ نہیں نکلا اور نہ آئندہ کبھی نکلے گا' وہ زمین بحر قلزم کی ہے' جہاں فرعون غرق ہوا' زمین کی اس تہہ پر سورج صرف ایک بار پہنچا' آئندہ کبھی نہ پہنچے گا۔

تیسرا جواب:...... وہ قبر جس کا مردہ بھی زندہ' قبر بھی زندہ' قبر اپنے مدفون کو لئے پھرتی ہے وہ حضرت یونس علیہ السلام کی مچھلی ہے' قبر بھی زندہ' مردہ بھی زندہ' مچھلی آپ کو لئے ہوئے دریا کے اندر پھرتی رہی' مچھلی کے پیٹ سے باہر نکل کر آپ عرصہ تک زندہ رہے' پھر آپ کی وفات ہوئی۔

چوتھا جواب:...... جو قیدی قید خانہ میں سانس نہیں لیتا' وہ بچہ ہے جو شکم مادر میں قید ہے' خدا نے کہیں اس کے سانس لینے کا ذکر نہیں کیا اور نہ وہ سانس لیتا ہے مگر زندہ رہتا ہے۔

یہ جوابات حضرت عمرؓ نے اس نصرانی بادشاہ کے پاس بھجوا دیئے' اس نے ان جوابات کو دیکھ کر یہ کہا کہ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ابھی مسلمانوں میں شاید کوئی نبی زندہ ہے' کیونکہ یہ جواب نبی کے سوا کوئی نہیں دے سکتا۔ (یہ ایک غیر مسلم کا قول ہے' اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا' البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو اس وقت آسمانوں پر زندہ موجود ہیں' قرب قیامت میں دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے) حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی علمی بلندی کی وجہ سے تمام خلفاء آپ کی بڑی عزت کرتے تھے۔

اہل علم کی یہ جو کچھ فضیلتیں قرآن اور حدیث سے بیان ہوئیں' یہ سب کی سب دین دار عالم باعمل کے سلسلے میں آئی ہیں' بے عمل عالم' قیامت کے دن سخت عذاب میں ہوگا۔ اس لئے علماء کو محض اپنی سندوں اور ڈگریوں پر اعتماد کرنے کے بجائے اپنے اعمال کو درست کرنے کی کوشش کرنی چاہئے' اسی میں امت کا مفاد ہے' اللہ تعالیٰ ہم سب کو علم اور علماء کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆☆............☆☆

بقیہ: حقوق العباد کی پاسداری

اور حرام وحلال کا فرق فراموش کر بیٹھتے ہیں اور جن کا مقصد اپنے جرائم اور اپنی شرارتوں پر پردہ ڈال کر دوسروں کو خواہ مخواہ مجرم بنانا ہوتا ہے' سادہ لوح اور مذہب و شریعت سے ناواقف لوگ اس قسم کی گفتگو سے متاثر ہو کر حمایت و مخالفت کا علم سر پر اٹھا لیتے ہیں لیکن ارباب ہوش و خرد اور حاملین شریعت انداز گفتگو ہی سے متکلم کی مسموم فطرت و ذہنیت کو تاڑ لیتے ہیں' لہٰذا محض ایک فریق کے بیان پر کوئی رائے قائم نہیں کرتے بلکہ اسلامی تعلیمات و ہدایات کے مطابق واقعہ کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں (یا پھر مکمل یکسو اور الگ تھلگ رہتے ہیں)

حضرت سعد بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ایک یہودی آیا اور کہنے لگا: اے ابو القاسم! تمہارے ایک صحابی نے مجھے طمانچہ مار دیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کس نے؟ یہودی نے کہا: ایک انصاریؓ نے' آپ نے فرمایا: ان کو بلاؤ' وہ آئے تو تحقیق کی: کیا تم نے اسے مارا ہے؟ انصاری صحابیؓ نے بتایا کہ یہ یہودی بازار میں قسم کھاتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ "موسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے تمام انسانوں پر فضیلت دی ہے" حضرت موسیٰ کو رسول خدا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل بتا رہا تھا' اس پر مجھے غصہ آگیا اور میں نے اسے طمانچہ رسید کر دیا......الخ (بخاری شریف)

اس واقعہ سے ہمارے حساس قارئین یہ بھی محسوس کر رہے ہوں گے کہ یکطرفہ بات کہنا یہود کا طریقہ ہے اور یہ بھی کہ ایک طرف کی بات سن کر پورے واقعہ کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کرنا پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔ ☆☆..........

حقوق العباد کی پاسداری

مولانا خورشید انور

جس کسی کو آپ پر اعتماد و بھروسہ ہے' وہ آپ کو سچا سمجھتا ہے تو آپ کے ذمہ اس کا حق ہے کہ اس کے اعتماد سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کریں اور کسی بھی معاملہ میں غلط بیانی سے کام لے کر اسے فریب و نقصان میں مبتلا نہ کریں' بلکہ سچی بات اور صحیح صورت حال اس کے سامنے رکھیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اے مومنو! اللہ سے ڈرتے رہو اور درست بات کہا کرو' اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال درست کردے گا (اچھے اعمال کی توفیق دے گا) اور تمہارے گناہ معاف کردے گا۔" (سورۃ احزاب)

معنی و مفہوم کے اعتبار سے "قول سدید" یا "درست بات" ایک جامع لفظ ہے' جو بات ہر اعتبار سے مذہب کے معیار پر پوری اترتی ہو' افراط و تفریط سے خالی' کاٹ چھانٹ' باطل کی آمیزش (ملاوٹ) سے محفوظ اور صحیح صورت حال کی ترجمان ہو' بے جا حذف و ترمیم کے ذریعہ اسے غلط معنی نہ پہنائے گئے ہوں' قرآن کریم کی زبان میں ایسی بات کو "قول سدید" کہا گیا ہے اور پوری امت مسلمہ کو تاکیدی حکم دیا گیا کہ اپنی زبان سے ایسی ہی نپی تلی اور صاف ستھری بات کہنے کا التزام و اہتمام کریں' ساتھ ہی ساتھ یہ خوشخبری بھی سنادی گئی کہ جب تمہاری زبان صالح ہوگی' صالح اور پاکیزہ بولنے کی پابندی کروگے تو تمہارا کردار بھی صالح ہوجائے گا' صلاح و فلاح کی راہوں پر چلنا اور صلحاء کی پیروی کرنا تمہارے لئے آسان ہوگا۔

پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے: "سچ بولنے کا اہتمام کرو کیونکہ سچ نیکوکاری کا راستہ دکھاتا ہے اور یہ دونوں چیزیں جنت کی ہیں۔" (الترغیب والترہیب ۳/۲۹۲)

جبکہ کسی کو غلط بات پہنچا کر اس کے فکر و ذہن کو بگاڑنا اور اس کی سوچ کو غلط رخ پر ڈالنا اپنی تمام تر قباحتوں کے ساتھ خود مخاطب کی حق تلفی اور اس کے ساتھ خیانت و بددیانتی ہے۔

پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے: "یہ بہت بڑی خیانت ہے کہ تم اپنے بھائی سے ایسی بات کہو جس میں وہ تمہاری تصدیق کررہا ہو اور تم خود اس کو جھٹلا رہے ہو۔" (الترغیب والترہیب)

ایسے مخاطب کا فرض:

جب صورت حال یہ ہے کہ جن پر اعتماد ہوتا ہے' وہ بھی نقصان پہنچاجاتے ہیں تو ان سے غافل رہنا بھی غلط ہے اور کوئی کیسا بھی قابل اعتبار ہو' جب کسی کی عزت و آبرو یا جان و مال کو نقصان پہنچانے کی بات کرے تو اس پر شرعی تحقیق کے بغیر کارروائی یا یقین کرنا بڑی ناانصافی و نادانی کی بات ہوگی۔

منافقین کا شیوہ' قابل نفرت عمل:

بہر حال جھوٹ بول کر ملمع سازی کرکے کسی کو فریب میں مبتلا کرنا ایسا بدترین جرم ہے کہ قرآن و حدیث میں اسے کفر و نفاق کی شناخت بتایا گیا ہے۔

قرآن کریم کہتا ہے:

"اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافقین جھوٹے ہیں' اور ان منافقین کے لئے ان کی دروغ گوئی کی وجہ سے دردناک عذاب (تیار) ہے۔"

معلوم ہوا کہ جھوٹ وہی لوگ بولتے ہیں جو منافقانہ ذہنیت رکھتے ہیں' یہی وجہ ہے کہ پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں کوئی بھی عمل جھوٹ سے زیادہ قابل نفرت نہیں تھا۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ نفرت جھوٹ سے تھی' جس آدمی کا کوئی جھوٹ آپ کے علم میں آجاتا تھا' جب تک اس کے توبہ کرلینے کی خبر آپ کو نہیں مل جاتی تھی' وہ آپ کے دل و دماغ سے اترتا نہیں تھا (آپ اس کی عاقبت کے بارے میں متفکر رہا کرتے تھے)۔ (الترغیب والترہیب)

سچائی خداوند قدوس کی صفات حسنی میں سے ہے اور وہ سارے سچوں اور راست بازوں سے بڑھ کر سچا اور راست باز ہے' اس کا چیلنج ہے کہ اس سے

بڑھ کر سچا کوئی نہیں:

”خدا سے بڑھ کر سچا کون ہوسکتا ہے؟“

یہی وجہ ہے کہ جس کو اللہ سے جتنا زیادہ تعلق اور قرب ہے‘ وہ سچائی سے اتنا ہی زیادہ قریب ومانوس اور جھوٹ سے اتنا ہی متنفر و بیزار ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ سے جتنی زیادہ دوری ہے‘ وہ جھوٹ کا اتنا ہی دلدادہ اور سچائی کا اتنا ہی برا دشمن ہے‘ جھوٹ کی کوکھ سے نفاق‘ کفر‘ شرک‘ خیانت‘ غداری اور وعدہ خلافی جیسی برائیاں جنم لیتی ہیں۔

پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹ سے حد درجہ کی نفرت و بیزاری اسی وجہ سے تھی‘ جیسا کہ ”الصادق الامین“ کی چہیتی اور صدیق اکبرؓ کی لاڈلی عائشہ صدیقہؓ کے بیان سے معلوم ہوا اور طبقہ ملائکہ (مقربین بارگاہ ایزدی کا نورانی گروہ) بھی اسی وجہ سے جھوٹ میں ناقابل برداشت بدبو محسوس کرتا ہے۔

پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو فرشتہ اس کے جھوٹ کی بدبو کی وجہ سے ایک میل دور بھاگ جاتا ہے۔“ (ترمذی)

جھوٹ کے راستوں پر پہرے:

جو لوگ جھوٹ کی نجاست میں ملوث ہوتے ہیں‘ ان کو عموماً یا تو کسی شریر کی شرارت وفتنہ انگیزی کا خوف دامن گیر ہوتا ہے یا کسی کی دوستی ودشمنی یا ذاتی مفاد پیش نظر ہوتا ہے‘ جس کی وجہ سے وہ سچائی کا خون کرتے ہیں‘ اسلام نے انسان کی ان تمام نفسیات کو سامنے رکھتے ہوئے دروغ گوئی کے تمام راستوں پر پہرے بٹھا دیئے کسی کی دوستی و ہمدردی یا ذاتی مفاد کے پیش نظر جھوٹ بولنے پر پابندی عائد کرتے ہوئے رب العالمین نے ہدایت جاری فرمائی:

”انصاف پر خوب قائم رہنے والے (حقوق اللہ کی ادائیگی میں مستعد) اور اللہ کے واسطے گواہی دینے والے (حقوق العباد میں مضبوط) رہو چاہے وہ تمہارے اپنے خلاف ہو یا تمہارے والدین اور عزیزوں کے خلاف ہو۔“

یعنی اللہ تعالیٰ اور حق وصداقت کے خلاف رعایت ومروت نہ خود اپنی اور اپنے ذاتی مفاد کی کرو اور نہ ہی اپنے کسی عزیز و بزرگ کی‘ صرف حق و صداقت اور احکام شریعت کا لحاظ کرو۔

ایک اور موقع پر فرمایا:

”اور جب بات کہو تو حق کی کہو اگرچہ وہ قربت داری ہو۔“

دشمنی میں جھوٹ بولنا:

قرآن کریم میں اس پر بار بار زور دیا گیا کہ کسی سے تمہاری کیسی ہی دشمنی ہو؟ اس کے حق میں بھی تمہارا دامن عدالت وصداقت‘ ناانصافی اور جھوٹ کے ناپاک چھینٹوں سے داغدار نہ ہونے پائے کیونکہ یہی انصاف وہ خصلت ہے‘ جس کے سہارے زمین و آسمان کا نظام قائم ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

”کسی جماعت کی دشمنی تمہیں اس پر نہ آمادہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو‘ انصاف کرتے رہو کہ وہ تقویٰ سے بہت قریب ہے۔“

گویا عدل وانصاف کے ساتھ حقوق کی ادائیگی کا دوسرا نام تقویٰ ہے‘ یاد رہے کہ آیت کریمہ میں قوم و جماعت سے مراد کفار ومشرکین ہیں‘ اور جب اللہ تعالیٰ کے منکروں‘ باغیوں‘ سرکشوں کے ساتھ عدل واجب ہے تو کیا توحید ورسالت کے قائلین اور اہل ایمان کے حق میں عدل وانصاف اور سچائی کو نظر انداز کرنے کی رتی برابر بھی گنجائش ہوسکتی ہے؟ لیکن مذہبی فکر وفہم کی اس محرومی کو کیا کیجئے کہ قرآن کریم کی ان تصریحات کے باوجود ایک طبقہ کا خیال یہ ہے کہ اختلافات ونزاعات یا مقدمات میں جھوٹ بولنا‘ دھوکہ دینا‘ مخالف پر جھوٹے الزامات لگانا بلکہ ان پر ہر وہ ہتھکنڈا استعمال کرنا جائز ہے جس سے دوسرے فریق کو زیر کیا جاسکے‘ سچ اور حق ہے ہادیٔ برحق پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی کہ اللہ جس کو ہدایت سے محروم رکھے‘ اسے کوئی بھی راہ راست پر نہیں لاسکتا‘ اور سچ ہے ارشاد ربانی: ”ومن یضلل اللہ فما لہ من ھاد۔“

بزدلانہ خاموشی:

جو لوگ کسی شریر کے شر سے یا کسی فتنہ پرداز کی ملامت وعداوت سے ڈر کر حق بات کہنے کی جرأت و ہمت نہیں کرتے‘ اسلام نے ان پر بھی کڑی نگاہ رکھی اور ان کی اس بزدلانہ خاموشی اور حق گوئی سے گریز کو پوری تاکید کے ساتھ ممنوع و ناجائز قرار دیا۔ پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لوگوں کا ڈر تم میں سے کسی کو حق بات کہنے سے ہرگز نہ روکے۔“ (بیہقی)

متاع ایمانی (جس سے بڑھ کر اعزاز کی کوئی دولت نہیں) جس کو حاصل ہے‘ وہ اگر اپنے کو حقیر و بے عزت یا گھٹیا انسان سمجھتا ہے تو وہ بالواسطہ گویا دولت ایمانی کی ناقدری کرتا ہے اور اسے معمولی وکمتر درجہ کی چیز سمجھتا ہے‘ جو لوگ حق گوئی کے موقع پر بزدلانہ یا جاہلانہ خاموشی اختیار کرجاتے ہیں‘ پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو ایسے ناقدروں کے زمرے میں شمار کیا ہے۔

”حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی اپنے آپ کو حقیر وکمتر نہ سمجھے‘ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اپنے آپ کو کوئی شخص حقیر کیسے سمجھ سکتا ہے؟ فرمایا: آدمی کوئی ایسی

بات دیکھے جس میں اللہ کے واسطے بولنے کی ذمہ داری اس پر ہو پھر بھی خاموش رہے (حق بات نہ کہے) تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس سے باز پرس فرمائیں گے کہ فلاں فلاں معاملہ میں بولنے سے تم کو کس چیز نے روک رکھا تھا؟ وہ کہے گا کہ لوگوں کے ڈر کی وجہ سے میں خاموش رہتا تھا' اللہ تعالیٰ (اس کے جواب کو رد کرتے ہوئے) فرمائے گا کہ میں اس کا زیادہ حق دار تھا کہ تم (لوگوں سے زیادہ) مجھ سے ڈرتے۔" (ابن ماجہ)

سچ کو چھپانا یہود کا طریقہ ہے:

حق بات کہنے میں کوتاہی کرنا' سچ پر پردہ ڈالنا اہل حق کا نہیں' بلکہ یہودیوں کا طریقہ ہے۔ اللہ رب العالمین نے قرآن کریم میں اس پر سخت نکیر کرتے ہوئے فرمایا:

"اے اہل کتاب! کیوں ملاتے ہو
سچ میں جھوٹ؟ اور چھپاتے ہو سچی بات؟
حالانکہ تم جانتے ہو۔"

اس میں شک نہیں کہ بسا اوقات حق کا اظہار خلاف مصلحت ہوتا ہے لیکن جب خاموشی کی وجہ سے کسی کے جانی یا مالی نقصان کا اندیشہ ہو یا کسی کی عزت پر حرف آرہا ہو تو حق کا اظہار واجب اور اس کا چھپانا حرام و ناجائز ہے' حق بات کو چھپانے اور لوگوں کی نظروں سے اوجھل رکھنے کے لئے عموماً دو مذموم طریقے اختیار کئے جاتے ہیں:

مکمل خاموشی:

بعض حضرات تو اس وجہ سے خاموش رہتے ہیں کہ: "سچ بولنے میں اور حق کو ظاہر کرنے میں دوست کی مخالفت اور دشمن کی حمایت ہوتی ہے" یہ خاموشی صریح خیانت ہے اور بعض لوگ اپنے کو غیر جانبدار ظاہر کرنے کے لئے یہ خاموش رویہ اختیار کرتے ہیں جو فریب و دھوکہ ہے کیونکہ حق کی حمایت نہ کرنا ظلم کی جانبداری ہے' یہ لوگ ایسا اس لئے کرتے ہیں تاکہ دنیا ان کو شریف اور نیک سمجھے جبکہ یہ حقیقت ہے کہ جو چیز اسلام کی نظر میں بزدلی و فریب اور اللہ کی نظر میں قابل گرفت ہو' اسے شرافت کہنا شریفوں کا کام نہیں' ملت اسلامیہ کی نظر میں یہ دونوں طبقے فتنہ پرداز' حق کے دشمن اور جرائم و معاصی کے معاون ہیں' کیونکہ منکرات پر نکیر نہ کرنے سے مجرمین کے حوصلے بلند ہوتے ہیں' معاصی و فواحش اور ظلم و استبداد کو فروغ ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"نیکی اور تقویٰ میں لوگوں کا تعاون
کرو' لیکن گناہ اور ظلم میں کسی کے معاون
مت بنو۔"

پُر فریب گفتگو:

حق کو چھپانے کا ایک طریقہ یہ بھی رائج ہے کہ لوگ ادھوری بات کہتے ہیں' کسی واقعہ کے درمیان میں صرف اپنے مطلب اور فائدہ کی بات نقل کرتے ہیں' باقی حصہ حذف کر جاتے ہیں' یہ پُر فریب طرز گفتگو بھی خیانت اور جھوٹ کی ایک قسم ہے جسے "محض جھوٹ" کا نام دیا جاسکتا ہے' اس جھوٹ کی آڑ میں ظالموں کے مظالم اور مفسدین کی فتنہ پردازیاں پرورش پاتی ہیں اور بسا اوقات جو صورت حال سامنے آتی ہے یا لائی جاتی ہے' وہ حقیقت سے بالکل مختلف اور سچائی سے کوسوں دور و مجبور ہوتی ہے۔

مولانا میاں اصغر حسینؒ کا واقعہ:

حضرت مولانا میاں اصغر حسینؒ کا واقعہ پڑھیے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ اس طرز کلام میں کتنی قباحت و شناعت ہے۔ ایک صاحب نے شیخ طریقت' صاحب دل درویش' حضرت مولانا میاں اصغر حسین محدث دارالعلوم دیوبند رحمہ اللہ کی شکایت کرتے ہوئے لوگوں کو یہ "داستان الم" سنائی کہ میں ان کے دولت کدہ پر ایک ضرورت سے حاضر ہوا تھا' انہوں نے میری بات سنی ان سنی کر دی اور مجھے گھر سے باہر نکال دیا' لوگوں کو اس پر حیرت ہوئی اور بہت سے لوگوں نے میاں صاحبؒ کو تنقید کا نشانہ بنایا کہ کیسے محدث ہیں؟ کیسے نائب رسول ہیں؟ اور کیسے بزرگ ہیں؟ کہ مہمان کے ساتھ ایسی بداخلاقی کی اور بے چارے ضرورت مند کو دھکا دے دیا' لیکن صاف ذہن مخلصین نے صحیح صورت حال جاننے کے لئے میاں صاحب مرحوم سے اس کا تذکرہ کیا' تو حضرتؒ نے حقیقت سے پردہ اٹھایا اور بتایا کہ یہ شخص ایسے وقت آیا جبکہ میں کنڈی لگا کر مطالعہ حدیث میں مصروف تھا' اس شخص نے محض "ملاقات و زیارت" کا فریب دے کر دروازہ کھلوایا اور جب میں نے دروازہ کھول کر اسے اندر بلا لیا اور اس کی ضیافت میں مصروف ہو گیا تو معلوم ہوا کہ "ملاقات" کا عنوان تو دھوکہ دینے کے لئے اپنایا تھا' اصل میں تعویذ کے لئے تشریف لائے تھے اور تعویذ اس وقت دیا نہیں جاتا ہے بلکہ تعویذ کے لئے صرف عصر کے بعد کا وقت مقرر ہے' لہٰذا تعویذ حاصل کرنے کے لئے "ملاقات" کا فریب دیا گیا' مجھے اس فریب و دروغ پر غصہ آیا اور میں نے انہیں نکال باہر کیا۔

یہ تھی وہ سچی حقیقت جس پر پردہ ڈالنے کے لئے ادھوری اور یکطرفہ بات کہی گئی' بہرحال یہ طرز گفتگو کہ فلاں نے مجھے یوں کہا اور فلاں نے میرے ساتھ یہ زیادتی کی' عموماً یہی شر پسند عناصر اختیار کرتے ہیں' جن کے قلوب خوف خدا سے خالی' امتیاز خیر و شر سے عاری اور آخرت سے غافل ہوتے ہیں' جو دنیاوی مفادات کی حرص و آرزو میں حق و ناحق

باقی صفحہ 15 پر

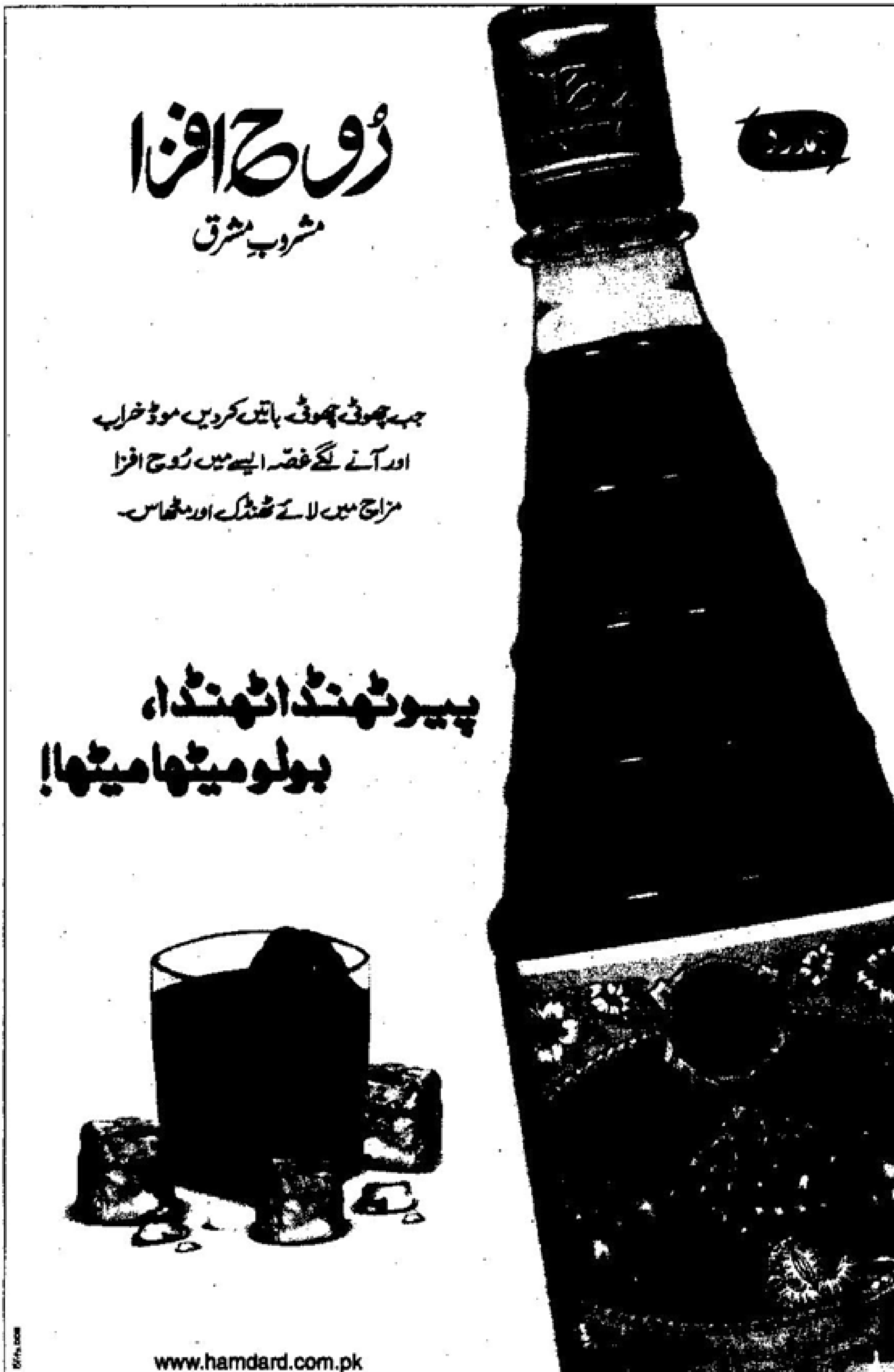
رُوح افزا
مشروبِ مشرق
جب چھوٹی چھوٹی باتیں کر دیں موڈ خراب
اور آنے لگے غصہ ایسے میں رُوح افزا
مزاج میں لائے ٹھنڈک اور مٹھاس۔
پیو ٹھنڈا ٹھنڈا،
بولو میٹھا میٹھا!
www.hamdard.com.pk

سلام ایک مذہبی شعار

اسلام سراپا امن وسلامتی اور عافیت کا مذہب ہے دنیا و آخرت کی مکمل فلاح و کامرانی اسی بابرکت دین سے وابستہ ہے سراپا امن وسلامتی سے عبارت اس دین برحق کی یہ امتیازی خصوصیت ہے کہ وہ اپنے ماننے والوں پر کبھی شدت وتنگی اور جبر وتشدد کو روا نہیں رکھتا ہے بلکہ ہر ممکن آسانی اور سہولت کا طریقہ اپناتا ہے چنانچہ اس نے اپنے ماننے والوں کو زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق احکامات سے آگاہ کیا ہے اسلام جہاں اپنے ماننے کو اعتقادات وعبادات کی تعلیم دیتا ہے وہیں معاملات' معاشیات اور اقتصادیات کے آداب اور طریقے بھی بتلاتا ہے غرض کوئی ایسا گوشہ نہیں ہے جس کے متعلق اسلام کے زریں احکامات وارد نہ ہوئے ہوں' باہمی اتحاد' آپس کے میل ملاپ اور ایک اچھے معاشرے کی تشکیل کے لئے ربط باہمی انتہائی ناگزیر ہے' اس لئے قرآن کریم نے متعدد مقامات پر اس کی اہمیت پر زور دیا اور ایک دوسرے سے ملتے وقت کا طریقہ ادب بھی بتلایا ہے کہ جب دو مسلمان آپس میں ملاقات کریں تو حکم باری کے بموجب آپس میں سلام کریں' یہ باہمی محبت والفت پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔

سلام کو رواج دینے کی فضیلت:

سلام ایک اسلامی شعار ہے جو آپس میں محبت پیدا کر کے بہت سی معاشرتی بیماریوں کو ختم کر دیتا ہے سلام اظہار محبت ومودت اور رقت قلبی پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ اس کی وجہ سے غیظ وغضب سے بھرپور آنکھیں شرگیں اور دشمن کا آہنی دل بہت جلد موم ہو جاتا ہے' یہی وجہ ہے کہ احادیث میں اس کی فضیلت و اہمیت پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے اور اس کے رواج پر جنت میں داخلہ کی بشارت بھی سنائی گئی ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے:

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے' تم لوگ

مفتی عمران اللہ قاسمی

جنت میں داخل نہ ہو گے جب تک ایمان نہ لے آؤ اور تم مومن نہیں بن سکتے' جب تک آپس میں محبت نہ کرنے لگو' کیا میں تم کو ایسی بات نہ بتلادوں جب تم اس کو کرنے لگو گے تو تمہارے درمیان محبت پیدا ہو جائے گی؟ اپنے مابین سلام کو عام کرو'' (ترمذی)

مذکورہ روایت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر اس بات کا یقین دلایا کہ جنت میں داخلہ ایمان پر معلق ہے اور کمال ایمان باہمی ہمدردی محبت و مودت پر معلق ہے' جب تک باہمی الفت وہمدردی نہ ہو' ایمان کامل نہیں ہو سکتا' پھر ایک عجیب پیرایہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے باہمی ہمدردی الفت ومحبت کے پیدا کرنے کا ایک عمدہ طریقہ بھی بتلایا کہ اپنے درمیان سلام کو رواج دو' اس سے محبت پیدا ہو گی' اس روایت کی رو سے جنت میں داخلہ بالواسطہ سلام کے رواج دینے پر مبنی ہے۔

ایک اور روایت میں ارشاد نبویؐ ہے:

''حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے آئے تو لوگ سیلاب کی طرح تیزی سے آپ کے پاس جمع ہونے لگے اور ہر طرف سے یہ آواز سنائی دے رہی تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے' تو میں بھی لوگوں کی بھیڑ میں وہاں پہنچ گیا تا کہ آپ کو دیکھ لوں' جب آپ کا چہرہ میرے سامنے ظاہر ہوا تو میں نے پہچان لیا کہ آپ کا چہرہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے اور سب سے پہلے جو بات آپ نے ارشاد فرمائی وہ یہ ہے کہ: ''اے لوگو! اسلام کو پھیلاؤ اور کھانا کھلاؤ اور نماز پڑھا کرو ایسے وقت میں جبکہ لوگ سو رہے ہوں' تو تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔'' (ترمذی)

مدینہ طیبہ پہنچنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سب سے پہلی تقریر کی' اس میں تین باتوں کا خاص اہتمام فرمایا' جن میں سب سے پہلے سلام کو

رواج دینا ہے کہ جس سے بھی ملاقات ہو اس کو سلام کیا جائے' چاہے جان پہچان کا ہو یا نہ ہو' ہر ایک کو سلام کرے' اس سے آپس میں محبت اور تعلق پیدا ہوتا ہے اور دوسرا کام لوگوں کو کھانا کھلانا ہے' مہمانوں' غریبوں اور ضرورت مندوں' اپنوں' اجنبیوں کو کھانا کھلانا' اور تیسرا کام یہ ہے کہ تم اس حالت میں نماز پڑھو جب لوگ غفلت کی نیند سو رہے ہوں' یہ یکسوئی کی عبادت اللہ کو بہت پسند ہے' یہ تینوں ایسے خوش نصیبی کے کام ہیں' جن کے سبب سلامتی کے ساتھ جنت میں داخلہ نصیب ہوگا' سلام کی اہمیت وفضیلت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ جنت میں سلام بکثرت سننے کو ملے گا۔ متعدد آیات میں سلام کے سننے کا مضمون وارد ہوا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"سلام قولاً من رب الرحیم"

ترجمہ: "سلام بولنا ہے پروردگار رب رحیم کی طرف سے۔"

ایک اور جگہ ارشاد باری ہے:

"لا یسمعون فیھا لغواً وتاثیماً الا قیلاً سلاماً سلاماً"

(واقعہ:۲۵)

ترجمہ: "اور نہیں سنیں گے وہاں فضول اور لغو بات' مگر ہر طرف سے سلام ہی سلام کی آواز آئے گی۔"

مذکورہ آیات میں اہل جنت کے لئے بھی سلام کا تذکرہ ہے' جو اس کی فضیلت واہمیت کو جتلاتا ہے۔

سلام میں پہل کرنے کی فضیلت:

سلام چونکہ ایک متبرک اور دعائیہ کلمہ ہے' سلام کرنے والا اپنے ساتھی کو یہ اطمینان دلاتا ہے کہ تم میرے ہاتھ' پیر' اعضاء وجوارح' حتیٰ کہ زبان سے بھی جانی و مالی ہر اعتبار سے مامون ہو' گویا سلام اظہار ہمدردی کے ساتھ ادائے حق بھی ہے کہ سلام کرنے والا اپنے مومن بھائی کے لئے خیر وبقا کی دعا کرتا ہے' یہی وجہ ہے کہ ملاقات کے وقت سلام میں پہل کرنے والے کے لئے احادیث میں بہت فضیلت وارد ہوئی ہے۔

ارشاد نبویؐ ہے:

"حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں اللہ رب العزت کی رحمت کے قریب وہ شخص ہے جو سلام میں پہل کرے۔" (مشکوٰۃ)

ایک اور روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپؐ سے پوچھا گیا: یارسول اللہ! جب دو آدمی ملاقات کریں تو ان میں سے کون سلام میں پہل کرے؟ تو آپؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا: جوان دونوں میں اللہ کی رحمت کے سب سے زیادہ قریب ہے۔" (ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ جس آدمی کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے قرب حاصل کرنا ہو اور رحمت خداوندی سے زیادہ حصہ چاہتا ہو' وہ ملاقات کے وقت سلام میں پہل کرے' وہ دوسرے کی بہ نسبت اللہ تعالیٰ کی رحمت کے زیادہ قریب ہوگا' دونوں روایات میں ابتداء بالسلام کو رحمت سے قرب حاصل کرنے کا سبب بتلایا گیا ہے' جس سے سلام کی اہمیت وفضیلت ظاہر ہوتی ہے' اسی طرح ایک روایت میں ارشاد ہے: "البادی بالسلام بریٔ من الکبر" (سلام میں ابتداء کرنے والا کبر سے بری ہے) یہ روایت بھی سلام کی فضیلت کو جتلاتی ہے۔

سلام کرنے کا اجر وثواب اور جواب کا طریقہ:

سلام کو رواج دینے کے بارے میں بڑی فضیلت آئی ہے' ماقبل کی تمام روایات سلام کی فضیلت کو بتلاتی ہیں' ایک اور روایت میں سلام کی فضیلت اور اس پر اجر وثواب کا مضمون وارد ہے۔

ارشاد نبویؐ ہے:

"حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے "السلام علیکم" کہا اور بیٹھ گیا' آپؐ نے اس کا جواب دیا اور فرمایا: اس کے لئے دس نیکیاں ہیں' پھر دوسرا آدمی آیا اور اس نے "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کہا' آپؐ نے اس کو جواب دینے کے بعد فرمایا: اس کے لئے بیس نیکیاں ہیں' پھر ایک اور آدمی آیا' اس نے کہا: "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" کہا تو آپؐ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: اس کے لئے تیس نیکیاں ہیں۔" (ترمذی)

مذکورہ روایت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر شخص کے لئے ثواب کی ایک مقدار مقرر فرمائی اور جس شخص نے جس قدر اچھے انداز میں سلام کیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کے بقدر اس کے لئے نیکیوں کی تعیین فرمائی' معلوم ہوا کہ سلام کرنے والے کا اجر وثواب اس کے طریقہ سلام پر موقوف ہے' لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ اپنے ملنے والے کو اچھی طرح سلام کرے تاکہ زیادہ سے زیادہ نیکیوں کا مستحق ہو سکے اور

رہا جواب دینے والے کا معاملہ؟ تو یاد رہے کہ سلام کرنا مسنون ہے مگر اس کا جواب دینا واجب ہے' اور قرآن کریم کے فرمان کے مطابق جواب یا تو سلام کے ہی مقدار و معیار کا ہو یعنی اس کے مثل ہو یا پھر اس سے بہتر ہو' قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

"واذا حییتم بتحیة فحیوا باحسن منها او ردوها۔" (النساء:۸۶)

ترجمہ: "جب تمہیں سلام کیا جائے تو اس سے بہتر سلام کرو یا اس کو لوٹا دو۔"

اس آیت کے بموجب جواب سلام سے عمدہ و بہتر ہونا چاہئے' جواب دینے والے کو اپنے انداز' طریقے اور الفاظ کے ذریعہ جواب کو عمدہ بنانا ضروری ہے' اگر اتنا نہ کر سکے تو کم از کم اسی قدر جواب دے دے جن الفاظ کے ساتھ اس کو سلام کیا گیا ہے' سلام کے جواب کے سلسلہ میں صاحب روح المعانی نے نہایت عمدہ طریقہ بتلایا ہے' فرماتے ہیں:

"یعنی ایسے سلام کے ساتھ جواب دو جو اس سلام سے بہتر ہو' جو تم کو کیا گیا ہے بایں طور کہ تم کہو: "وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ" اگر مسلمان بھائی نے صرف اول پر اکتفا کیا ہو اور برکاتہ بھی بڑھا دو' اگر اس نے دونوں کو جمع کر دیا ہو اور یہ سلام کے الفاظ کی انتہا ہے (اگر کوئی وبرکاتہ بھی سلام میں کہہ دے) تو جواب میں اسی پر اکتفا کافی ہوگا' اضافے کی ضرورت نہیں۔" (روح المعانی)

سلام کرنا مسنون ہے' مگر اس کا جواب دینا واجب ہے اور قرآن کے فرمان کے مطابق جواب عمدہ ہونا چاہئے' جیسا کہ اس کا طریقہ اوپر بیان کیا گیا ہے' آج کل جواب دینے میں بڑی کوتاہی سے کام لیا جاتا ہے' جو قرآن کریم کے فرمان کی کھلی خلاف ورزی ہے' جس سے جس قدر بھی ممکن ہو احتیاط لازم ہے۔

سلام کے آداب اور اس کے مواقع:

احادیث شریفہ میں سلام کے مواقع اور اس کے آداب بکثرت وارد ہوئے ہیں' جن کا لحاظ کرنا انتہائی ضروری ہے:

ا:...... جب دو آدمی آپس میں ملاقات کریں تو بات چیت شروع کرنے سے پہلے سلام کریں۔ (ترمذی)

۲:...... راستہ چلنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے۔ (ترمذی)

۳:...... سواری پر چلنے والا پیدل چلنے والے کو سلام کرے۔ (ترمذی)

۴:...... کم تعداد والی جماعت بڑی تعداد کو سلام کرے۔ (ترمذی)

۵:...... چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔ (ترمذی)

۶:...... گھر میں داخلہ کی اجازت سے قبل سلام کرے۔

۷:...... جب سلام کرے تو زور سے سلام کرے تاکہ مخاطب سن لے' اشارہ وغیرہ سے سلام نہ کرے۔

یہ مذکورہ تمام وہ آداب ہیں جو روایات سے ثابت ہیں' اس کے علاوہ اور بھی بہت سے آداب ہیں' سلام کرتے وقت جن کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے۔ مثلاً کوئی شخص کسی کام میں مشغول ہو اور یہ اندازہ ہو کہ سلام کرنے سے اس کے کام میں خلل واقع ہوگا تو ایسی صورت میں اس کو سلام کرنا درست نہیں' بلکہ اس کے فارغ ہونے کا انتظار کرنا چاہئے' مثلاً کوئی آدمی نماز میں مشغول ہے' یا ذکر کر رہا ہے یا وعظ و نصیحت میں مشغول ہے' یا خطبہ و تقریر سن رہا ہے یا قرآن کریم کی تلاوت کر رہا ہے' یا اذان دے رہا ہے' یا قاضی و مفتی کسی فیصلہ یا مسئلہ بتانے میں مشغول ہے' یا کھانے پینے میں مصروف ہے' یا قضائے حاجت یا پیشاب کرنے میں مشغول ہے' یا غسل خانہ میں ہے' یا وضو کر رہا ہے' یا دعا مانگ رہا ہے یا اسی طرح کسی اور کام میں مصروف ہے تو ایسے آدمی کو سلام کرنا مکروہ ہے' اگر کوئی اس حالت میں ان لوگوں کو سلام کرے تو اس پر جواب دینا واجب نہیں۔ (آداب و ملاقات)

مذکورہ تمام باتیں روایات احادیث سے ثابت ہیں' ایک روایت میں اس طرح کا مضمون بیان کیا گیا ہے کہ سلام اس انداز سے کیا جائے جس سے دوسرے کو تکلیف نہ ہو اور اس کو کسی طرح کا حرج نہ واقع ہو' ارشاد گرامی ہے:

"حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تشریف لاتے تو اس طرح آہستہ سے سلام کرتے کہ سونے والے نہ جاگتے اور جاگنے والے اس کو سن لیتے۔"

مذکورہ روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل تمام امت کے لئے ایک بہترین نمونہ ہے جو سلام کرنے والے کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ سلام کرتے وقت اپنے مخاطب کے حالات کی رعایت رکھنا انتہائی ضروری ہے۔

سلام جو اتنی فضیلت و اہمیت کا حامل ہے اور قرآن کریم نے جس کا امر فرمایا ہے' اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی تعلیمات میں اس پر نہایت زور دیا ہے' اس سے غفلت برتنا کسی طرح مناسب نہیں' اس میں کوتاہی برتنا سنت نبوی کی خلاف ورزی اور خود کو ثواب سے محروم رکھنا ہے' لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ اس شعار دین کو زیادہ سے زیادہ رواج دے کر بارگاہ ایزدی میں خوشنودی حاصل کرے۔ آمین۔

☆☆......☆☆

غیر اسلامی اقتصادی نظام کی قباحتیں اور اسلام کا معاشی نظریہ

مولانا محمد سلمان منصور پوری

اس زمانے میں سود انسانی معاشرہ کا ایسا خطرناک ناسور بن گیا ہے' جس سے شفایاب ہونے یا چھٹکارا پانے کی بظاہر کوئی شکل نظر نہیں آتی۔ سرمایہ داری اور مادیت پرستی لوگوں کے دل ودماغ پر اس طرح چھا گئی ہے کہ اپنے اور قوم کے نقصان کا یقین رکھنے کے باوجود محض تھوڑے سے حرام نفع کی خاطر لوگ سودی لین دین پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ دنیا کے تمام کاروبار صنعت وحرفت سے لے کر تجارت و حکومت تک کسی نہ کسی درجہ میں سودی نظام سے مربوط ہیں۔ اس خطرناک اور لاعلاج بیماری کا نتیجہ ہے کہ آج کسی بھی ملک میں (خواہ وہ کتنا ہی ترقی یافتہ کیوں نہ ہو) معاشی توازن برقرار نہیں ہے۔ جہاں ایک طرف امیر اور کروڑ پتی' شیشوں کے محلات اور فائیو اسٹار ہوٹلوں میں داد عیش دیتے ہیں' فضول خرچیوں اور اسراف میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں' وہیں ایک غریب جس کے پاس پہننے کو کپڑے بھی نہیں فٹ پاتھ پر سوتا دکھائی دیتا ہے' وہ محنت کش جس کی دن بھر کی سخت محنت کی بدولت امراء عیش کرتے ہیں' وہ خود نانِ شبینہ کا محتاج نظر آتا ہے۔ آج لوگوں میں خودغرضی کی وبا عام ہوگئی ہے' امداد وتعاون' نصیحت و خیرخواہی کا جذبہ مفقود ہوتا جارہا ہے' معاشرہ انتہائی اخلاقی پستی کو پہنچ گیا ہے۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ اس نوبت تک معاشرہ کے بگاڑ کا ذمہ دار کون ہے؟ اور اس بھنور سے نکلنے کی کیا تدبیر ہو سکتی ہے؟ ان دونوں سوالوں کا اجمالی جواب یہ ہے کہ اس وقت عالم میں جو معاشی نظام رائج ہیں' وہ اپنی وسعت' نفاذ اور تطبیق عملی کے اعتبار سے قطعاً ناقص ہیں اور وہ آج کے دور میں اقتصادی مشکلات کے حل کے لئے مرض کا مداوا نہیں بلکہ مرض کی زیادتی کا سبب ہیں' اور وہی معاشرہ کی پستی کے سراسر ذمہ دار ہیں' کیونکہ ان کی تخلیق انسانی ذہن نارسا نے کی ہے' وہ ایک حد تک کسی مخصوص زمانے یا مخصوص علاقے کے لئے تو قابل عمل ہو سکتے تھے' اس سے آگے نہیں' اس لئے اگر معاشی توازن کو برقرار رکھنا ہے' امدادی تعاون' اخوت و مساوات کی قدروں کی حفاظت کرنی ہے اور اقتصادی مشکلات پر قابو پانا ہے تو ان مروجہ نظاموں کو پس پشت ڈال کر اس نظام کو اختیار کرنا ہوگا جو کسی مخلوق کی تخلیق نہیں' بلکہ خالق کائنات' حکیم وبصیر' وسمیع وعلیم کا معین کردہ ہے' جس میں نہ کوئی نقص ہے' نہ مرورِ زمانہ کے بعد ناقابل عمل ہوجانے کا خطرہ' جس کی بنیاد ہی اخوت ومساوات اور عدل وانصاف پر ہے' جس کے رگ وریشہ میں نصیحت و خیرخواہی کے جذبات موجزن ہیں' جس کی سرشت میں جذبہ امداد وتعاون کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے' اگر اس نظام کے ثمرات دیکھنے ہیں تو صحابہ کی زندگی دیکھئے' خلافت راشدہ کا عظیم الشان زمانہ دیکھئے' بنوامیہ کا دور دیکھئے' بنوعباس کی خلافت پر نظر ڈالئے' معاشی توازن کا یہ حال تھا کہ آدمی زکوٰۃ لے کر نکلتا ہے' زکوٰۃ وصول کرنے والا نہیں ملتا' صنعتی ترقی کا یہ حال تھا کہ پانی کے جہاز سے لے کر سوئی تک ملک ہی میں پیدا ہوتی' علمی ترقی کا یہ نظام کہ غیر قومیں رشک کرتی ہیں۔ اسپین کی وادیاں' غرناطہ کے در ودیوار' دریائے فرات سے لے کر چین تک کا علاقہ کس نظام کے ماتحت رہ کر ترقی کی جانب رواں دواں ہوا؟ تاریخ سے پوچھئے؟ وہ جواب دے گی کہ وہ نظام اسلامی تھا' جس کے تابندہ نقوش آج بھی تاریخ عالم پر نقش ہیں۔ جب سے ناعاقبت اندیش دنیا نے اس نظام کی ناقدری کی ہے' وہ مصیبتیں پیش آئیں' جن سے آج ہر صاحب عقل عاجز ہے' اور یہ کہنے پر مجبور ہے کہ خالق کائنات کا ہی نظام' کائنات میں رائج ہو کر مشکلات کو حل کرسکتا ہے' آیئے اس موضوع پر کچھ تفصیلی روشنی ڈالیں' اور یہ دیکھیں کہ اسلامی نظام ترویج و اشاعت اور نفاذ وتطبیق عملی کا سب سے زیادہ حق دار کیوں ہے؟ اور دوسرے نظاموں میں وہ کیا خرابیاں ہیں جو ان کے ناقص ہونے کی دلیل ہیں؟

غیر اسلامی اقتصادی نظام:

اس وقت عالم میں معاشی نظام کی حیثیت

سے دو نظام زیادہ رائج ہیں: ایک سرمایہ دارانہ جس کا مرکز صیہونی تحریک ہے۔ دوسرے اشتراکیت جس کی قیادت کمیونزم اور سوشلزم جیسی تحریکیں کرتی ہیں۔ یہ دونوں نظام ایک دوسرے کے بالکل متقابل ہیں بلکہ دونوں کی بنیادیں ہی ایک دوسرے کی ضد پر قائم ہیں ان دونوں کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے مندرجہ ذیل تفصیلات مفید ہوں گی۔

سرمایہ دارانہ نظام:

اس نظام کی تعریف میں علماء اقتصادیات کا اختلاف رہا ہے حتیٰ کہ بعضوں نے تو کہہ دیا کہ یہ نظام ایسا ہے جس کی الگ سے تعریف ممکن ہی نہیں اسی لئے اس کو سرمایہ دارانہ کہا جاتا ہے۔ فرانس کا مشہور ماہر اقتصادیات جے ایچ ویلز کہتا ہے:

''الراس مالیة شیء لا یمکن تعریفه ولذا نسمیه بالنظام الراسمالی...... الخ''(ایسا نظام جو فرد کو سرمایہ حاصل کرنے کی پوری آزادی دیتا ہے خواہ جائز طریقہ ہو یا ناجائز طریقہ پر اور اس پر کوئی اجتماعی ذمہ لازم نہیں کیا جاتا)۔ (الاقتصاد الاسلامی ڈاکٹر ابراہیم طحاوی)

سرمایہ داری کی ابتدا:

عہد وسطیٰ میں یورپ میں اکثر لوگ دین مسیحی کے پابند اور کلیسائی نظام کے پیروکار تھے یہ دور یورپ کا دور ایمانی کہا جاتا ہے۔ معاشرہ میں کلیسا کو عظیم الشان اہمیت حاصل تھی اسی زمانہ میں کلیسائی نظام میں شدت پیدا ہوئی جگہ جگہ کلیسائی عدالتیں قائم کی گئیں جن میں گناہگاروں کے مقدمات پیش ہوتے اور گناہ ثابت ہونے پر ان کو جلادیا جاتا۔ ہزارہا لوگ اس طرح قتل کردیئے گئے دوسری طرف یہ اعلان کیا گیا کہ لوگوں کو تجارت کرنا ممنوع ہے۔ (النظام الاقتصادی فی الاسلام ڈاکٹر احمد محمد عسال ڈاکٹر فتحی ابراہیم)

مال جمع کرنے کی آزادی ختم کردی گئی اور اس کو عین مسیحیت سے تعبیر کیا جانے لگا مگر یہ بے جا تشدد ہی بالآخر کلیسائی نظام کے تابوت کی آخری کیل ثابت ہوا۔ قوم میں بیداری آئی اور کلیسائی زنجیروں سے نجات پانے کی آوازیں اس شدت سے اٹھیں کہ پورا یورپ دہل گیا ترقی پسندی کی تحریک روز بروز تیز ہوتی گئی جس سے بہت خون خرابہ ہوا آخرکار کلیسائی نظام مغلوب ہوا اور شخصی آزادی کا مطالبہ کرنے والے کامیاب ہوگئے یہیں سے سرمایہ دارانہ نظام کی ابتدا ہوئی۔ جب شخصی آزادی کا دور شروع ہوا تو آدمی کو مکمل اختیار دیا گیا کہ وہ جس طرح چاہے مال جمع کرے یا کمائے اس پر کوئی پابندی نہیں ہے اس آزادی کی رو سے حکومت کو بھی صرف قیام امن اور رفاہی خدمات ضرور یہ انجام دینے کا مکلف کیا گیا۔ حکومت کے عہدیدار سیاسی قائدین اور صحافی سرمایہ داروں کے ملازم قرار پائے۔ یہ تحریک کئی مرحلوں سے گزر کر پایۂ تکمیل کو پہنچی۔

پہلا مرحلہ:

۱۵۰۰ء سے ۱۷۵۰ء تک اس عرصہ میں فرد کی آزادی کا انحصار زیادہ تر دستکاری اور گھریلو صنعتوں پر رہا اس وقت بڑی کمپنیاں اور مشینیں وغیرہ نہیں تھی اور نہ ہی بینکوں کا قیام ہوا تھا۔ یہ اس تحریک کا ابتدائی دور کہلاتا ہے۔

دوسرا مرحلہ:

۱۷۵۰ء سے ۱۹۱۴ء (پہلی جنگ عظیم تک)

اس طویل عرصہ میں یورپی حکومتیں خاص کر برطانیہ کے دوسرے ممالک پر غاصبانہ قبضہ و تصرف کی بدولت یورپ کی صنعت و حرفت اور بازار میں زبردست ترقی ہوئی پیداواری وسائل بڑھے خام مال کی بہتات ہوئی یورپ میں غیر ملکی مال پر بندش لگائی گئی اور دوسرے مقبوضہ ممالک میں فری ٹریڈ (آزاد تجارت) کا دھوکہ دے کر یورپی کمپنیوں کی پیداوار کی کھپت کا سامان کیا گیا۔ دستکاری صنعتوں کو قتل کیا گیا جب یہ وسائل آمدنی زیادہ ہوئے تو سرمایہ دارانہ نظام کے موافق فرد بھی مضبوط سے مضبوط تر ہوگیا اس لئے اس مرحلہ پر سرمایہ دارانہ نظام نے نصف سے زیادہ عالم خاص کر برطانیہ کے زیر نگیں علاقوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا جگہ جگہ اسی اصول کے مطابق سودی بینک کھولے گئے اور اس نظریہ کی زور و شور سے اشاعت کی جانے لگی اس دور کو اگر سرمایہ داری کا عنفوان شباب کہا جائے تو مناسب ہوگا۔

تیسرا مرحلہ:

۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم کے بعد عالم زبردست مالی بحران سے دوچار ہوگیا جس کا سبب سرمایہ داروں کا احتکار اور ذخیرہ اندوزی تھا۔ لاکھوں غریب قحط اور بھکمری کا شکار ہوگئے۔ صنعت و تجارت قوت خرید نہ ہونے کی وجہ سے دم توڑنے لگی۔ اس بحران پر قابو پانے کے لئے حکومتوں نے سرمایہ دارانہ کمپنیاں قومیانے کی مہم شروع کی۔ دوسری طرف کساد بازاری و بے روزگاری کی وجہ سے کارخانوں کے ملازمین نے ہڑتالیں شروع کردیں۔ ان حالات نے اس تحریک کو زبردست ٹھیس پہنچائی اور اس نظام کا نفاذ مشکوک نظر آنے لگا اور اس کے مفاسد کے پیش نظر ایک دوسری مد مقابل تحریک اشتراکیت نے جنم لیا یہ دور اس تحریک کا بحرانی دور کہلاتا

ہے۔(الاقتصاد الاسلامی مطبوعہ مصر)

لیکن چند سالوں بعد جبکہ عالم اقتصادی میں کچھ سدھار پیدا ہوا تو پھر سرمایہ دار ریشہ دوانیوں میں مصروف ہوگئے اور اپنے بینکوں کا ایسا جال پورے عالم میں بچھا دیا کہ ساری حکومتیں ایک بار پھر مالیاتی نظام میں اس تحریک کی معاون بن گئیں۔

سرمایہ دارانہ نظام کے عناصر ترکیبی:

اس نظام کی کیفیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تین چیزوں سے مرکب ہے:

۱: ملکیت کی آزادی:

فرد اپنی پیداوار کا خواہ نقد کی صورت میں ہو یا طعام ومصنوعات کی صورت میں خود مالک ہے' اس میں نہ حکومت کا حصہ ہے نہ مزدور کا۔

۲: اقتصادی آزادی:

یعنی ایک فرد یا شریک افراد کو اپنی تجارتی' زراعتی یا صنعتی کمپنیاں قائم کرنے کا مکمل اختیار ہے' اس میں حکومت یا غیر شریک فرد مانع نہ بنے۔

۳: نفع کی آزادی:

یعنی فرد کو ہر طرح سے نفع حاصل کرنے اور اسے خرچ کرنے کا مکمل اختیار ہے۔ اس میں حکومت یا عامل (مزدور) کو دخل اندازی کا حق نہیں ہے۔(الاقتصاد الاسلامی)

سرمایہ دارانہ نظام کے اہم مفاسد:

۱: ڈکٹیٹری اور ذخیرہ اندوزی:

سرمایہ دارانہ نظام میں مالکان کو کھلی چھوٹ ہونے اور مقابلوں کا بازار گرم ہونے کی وجہ سے سرمایہ چند افراد کی مٹھیوں میں آجاتا ہے' وہ افراد اپنے فائدے اور خود غرضی کے پیش نظر ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں' اور عوام وعمال کو ان منافع سے محروم رکھتے ہیں' اسی طرح کی صورتیں عموماً سرمایہ دارانہ نظام کے علمبردار ممالک میں پیش آتی رہتی ہیں۔(اقتصاد الاسلامی)

آج خود ہمارے ملک کا جائزہ لے کر دیکھیں لیں کہ رفتہ رفتہ پورے ملک کا سرمایہ چند امیر گھرانوں اور صنعتی و مالیاتی کمپنیوں تک سمٹتا جارہا ہے۔

۲: پیداواری وسائل کی بربادی:

اس نظام کی بدولت بہت سے ایسے وسائل جو ملک کی ترقی اور اقتصادی نظام میں استحکام کا باعث بن سکتے ہیں' انجام نہیں پاتے' کیونکہ دوسرے سرمایہ دار جو پہلے ہی سے اپنی مارکیٹ بڑھانے اور قیمتوں کا توازن اپنی مٹھی میں رکھنے کی سعی میں ہوتے ہیں' وہ کسی دوسرے کو اپنے سے آگے نہیں بڑھنے دیتے' نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دوسری کمپنی والا یا تو پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوتا ہے یا نقصان اٹھاتا ہے۔

۳: معاشی توازن میں بگاڑ:

اس نظام کے اعتبار سے معاشرہ دو گروہوں میں بٹ جاتا ہے' ایک امراء جو برابر امیر تر ہوتے جاتے ہیں' دوسرے غرباء جو برابر غریب ہوتے جاتے ہیں' چونکہ سرمایہ کی منصفانہ اور عادلانہ تقسیم نہیں ہوتی' اس لئے یہ نتائج رونما ہوتے ہیں۔

۴: کساد بازاری اور اقتصادی بحران:

اس نظام کا یہ بھی ثمرہ ہے کہ ملک میں موقع بموقع کساد بازاری اور اقتصادی بحران پیدا ہوتا رہتا ہے' جس کا نتیجہ کمپنیوں کے دیوالیہ نکل جانے اور قوت خرید میں کمی پیدا ہونے کی صورت میں نکلتا ہے کیونکہ آزادی کی وجہ سے پیداوار اتنی بڑھ جاتی ہے کہ وہ طلب سے کہیں زیادہ ہوتی ہے' جس کا لازمی نتیجہ کساد بازاری ہے۔ دیکھئے! امریکا جو سرمایہ دارانہ نظام کا زبردست علمبردار ہے' اس وقت خوفناک معاشی مسائل سے دوچار ہے۔ اس وقت وہ دنیا کا سب سے بڑا مقروض ملک ہے۔ ۱۹۸۸ء کے اواخر تک امریکا کے اوپر دوسرے ممالک کے قرضوں کی مقدار دو کھرب ساٹھ ارب ڈالر تک پہنچ گئی ہے۔ مختلف ممالک کا سرمایہ اگر امریکی بینکوں سے نکال لیا جائے تو امریکا کا اچانک دیوالیہ ہو جائے۔ ۱۹۷۲ء میں دنیا کی ترقی یافتہ ٹیکنالوجی کا ستر فیصد امریکا میں تیار ہوتا تھا' اب اس کی مقدار صرف تیس فیصدی رہ گئی ہے۔ اس کے علاوہ اخلاقی جرائم' ڈاکہ زنی' زناکاری' اور غنڈہ گردی کی شرح کے معاملہ میں بھی امریکا اور سرمایہ دار ممالک سرفہرست ہیں' خود ہی سوچئے کیا یہ نظام اس قابل ہے کہ اسے اپنایا جائے؟

۵: سرمایہ داروں کا حکومت پر تسلط:

اس نظام کی ایک بھیانک خرابی یہ ہے کہ حکومت جمہور عوام کے ہاتھ میں نہیں رہتی بلکہ سرمایہ داراوں کے اشاروں پر حکومت کے سارے کاروبار چلتے اور پالیسیاں بنتی ہیں اور سرمایہ دار اپنے غلبہ کو مضبوط تر کرنے کے لئے میڈیا (صحافت) سے لے کر حکومت تک ہر شعبہ پر اپنا تسلط قائم کر لیتے ہیں اور پورا ملک چند افراد کی مٹھی میں آجاتا ہے' اس کی واضح مثال امریکی حکومت کی بے بسی سے پیش کی جاسکتی ہیں کہ وہاں تمام بڑی بڑی کمپنیاں' تجارتی اداروں کے ہاتھ میں ہیں' وہاں کا کوئی صدر اس وقت تک حکومت نہیں کرسکتا جب تک کہ وہ یہودی سرمایہ داروں کی پالیسیوں پر کاربند اور ان کی خوشنودی حاصل کرنے والا نہ ہو۔

۶:استعمار اور جنگیں:

بعض مواقع پر اس کے علمبردار مجبور ہوتے ہیں کہ وہ اپنی بقا کے لئے استعمار' تخریب کاری اور محاربت کا راستہ اختیار کریں' کبھی ایسا ہوتا ہے کہ صنعت کے لئے خام مال ملک میں دستیاب نہیں ہوتا' اور دوسرے آزاد ممالک دینے پر تیار نہیں ہوتے' اس بحران پر قابو پانے کے لئے استعمار کا راستہ اپنا کر دوسرے ممالک میں اپنا اثر جمایا جاتا ہے' وہاں کی سیاست پر غلبہ حاصل کیا جاتا ہے' وہاں فوجی اڈے قائم کئے جاتے ہیں تاکہ بوقت ضرورت ذرا دھمکا کر خام مال حاصل کیا جاسکے اور اگر ضرورت پڑے تو دو حریف ممالک میں جنگ کرا کر دونوں کو اسلحہ سپلائی کیا جاتا ہے اور اس کے بدلہ خام مال سستے داموں میں حاصل کیا جاتا ہے' اسی وجہ سے ایک ماہر اقتصادیات جون ایتون کہتا ہے: ''جنگ کے خطرات کو ختم کرنا اس کے اسباب کو زائل کرنے پر موقوف ہے اور جنگ کا ایک (اہم) سبب ذخیرہ اندوزی' سرمایہ داری ہے۔'' (محاضرات فی النظم الاسلامیہ للدکتور محمد عبداللہ العربی)

آج عراق کی جنگوں کی پشت پر بھی دراصل یہی عوامل کارفرما ہیں کہ استعماری طاقتیں خلیج کے تیل پر قابض ہونا چاہتی ہیں جیسا کہ اخبارات میں شائع شدہ تحقیقی رپورٹیں بتا رہی ہیں۔

۷:سود کا رواج:

سرمایہ دارانہ نظام کی سب سے بھیانک خرابی سود کا رواج ہے' اس دور میں سود کی لعنت دنیا پر مسلط کرنے میں اس نظام کا سب سے بڑا ہاتھ ہے اور مروجہ بینک کاری نظام' جس کی بنیاد ہی سود پر ہے' اسی سرمایہ دارانہ نظام کے رہین منت ہے۔

☆☆......☆☆

بقیہ: اسلام اور امن عالم

ظلم و جبر نہیں کرے گا' اور ان کی حفاظت اور آرام و آسائش کی تمام تر ذمہ داری اسلامی مملکت پر ہوگی' اور اگر مسلمان دوسری حالت میں ہوگا تو شریعت اسلامی کی روشنی میں ہر مسلمان پر لازم ہوگا کہ وہ جس سلطنت میں رہ رہا ہے اور وہاں اس کے مذہبی و قومی شعائر محفوظ ہیں تو وہاں امن وامان قائم رکھنا مسلمانوں کا اخلاقی فریضہ ہوگا' لیکن اگر کسی ملک میں مسلمانوں کو مذہبی آزادی نہ ہو' وہاں ان کے ملی و قومی شعائر محفوظ نہ ہوں اور بنیادی حقوق سے بھی ان کو محروم کر دیا جائے اور پھر اس کے خلاف آواز اٹھانے پر امن کو خطرہ ہو تو اس سلسلے میں ہمارے نزدیک مسلمان پوری طرح بے قصور ہے اور خاطی دراصل وہ لوگ ہیں جو ان کے حقوق سلب کر کے انہیں اس فعل پر مجبور کر رہے ہیں' افسوس تو یہی ہے کہ آج بھی کچھ ممالک میں مسلمانوں کے ساتھ یہ برتاؤ کیا جا رہا ہے اور کمزور' بے بس اور لاچار مسلمان اس کے خلاف اگر آواز بلند کرتا ہے تو اس کو امن کا مخالف کہا جاتا ہے' اسے دہشت گرد کا نام دیا جاتا ہے' فسادی' تخریب کار' بنیاد پرست' انسانیت کا قاتل اور نہ جانے کیا کیا نام اس کو دیئے جاتے ہیں۔

مندرجہ بالا حقائق و شواہد کی روشنی میں ضرورت اس بات کی ہے کہ تعصب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اسلام کا غیر جانبدارانہ مطالعہ کیا جائے' اس کے احکامات کو سمجھنے کی مخلصانہ کوشش کی جائے' پھر دیکھا جائے کہ اسلامی احکامات انسانی زندگی کے لئے کس قدر مفید ہیں' اس کے یہاں انسانی زندگی کا کس درجہ احترام ہے' قیام امن کو وہ کس قدر اہمیت دیتا ہے' فتنہ و فساد اور بے جا قتل اسلامی شریعت میں کتنا عظیم گناہ ہے' اس کا اندازہ ان آیات قرآنیہ اور احادیث مبارکہ سے لگایا جاسکتا ہے:

☆......''اگر کوئی پناہ مانگے تو اس کو ''امن'' کی جگہ پہنچاؤ' خواہ وہ مشرک ہی کیوں نہ ہو۔'' (سورۂ توبہ:۶)

☆......''جو کوئی کسی کو قتل کرے بغیر اس کے کہ اس نے کسی کی جان لی ہو یا زمین میں فساد پھیلایا ہو تو گویا اس نے پوری انسانیت کو قتل کر دیا۔'' (سورۂ مائدہ:۳۲)

☆......''اور جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں' وہ لعنت کے مستحق ہیں اور ان کے لئے آخرت میں بُرا ٹھکانہ ہے۔'' (قرآن)

☆......''زمین میں فساد برپا نہ کرو۔'' (سورۂ اعراف:۵۶)

☆......''فتنہ و فساد قتل سے بھی زیادہ بُرا ہے۔'' (سورۂ بقرہ:۲۱۷)

☆......''اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا۔'' (سورۂ بقرہ:۲۰۵)

☆......''اللہ تعالیٰ فساد برپا کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔'' (سورۂ قصص:۷۷)

☆......''خدا خود امن کا بانی و نقیب ہے۔'' (حدیث)

☆......''مسلمان وہ ہے جس نے خدا اور انسان کے ساتھ سلامتی اور امن کا رشتہ قائم کیا۔'' (حدیث)

☆......''اگر کوئی شخص مشرق میں ناحق قتل کر دیا جائے اور دوسرا شخص مغرب میں اس فعل قبیح سے خوش ہوا تو وہ بھی اس قتل میں برابر کا شریک ہوگا۔'' (حدیث)

قرآن کریم' احادیث اور دیگر کتابوں میں اس کی پوری تفصیل بصراحت موجود ہے' یہاں تو مختصر طور پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اسلام ایک امن پسند مذہب ہے' تشدد و تخریب کاری سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں' مسلمان اس مذہب کے پیرو ہیں جسے لانے والے پیغمبر رحمۃ للعالمین ہیں' تو پھر بھلا وہ مذہب عالم انسانیت کے لئے تباہ کن و ہلاکت خیز کس طرح ہوسکتا ہے؟ اسلام تو سلامتی کا داعی اور عالمی امن کا نقیب ہے' وہ ہرگز ہرگز تشدد' فتنہ و فساد اور قتل و غارتگری کا حامی نہیں ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم

سید سلمان گیلانی

دل مضطرب ہو جب تو نبی پر درود پڑھ
راحت کا ہے سبب، تو نبی پر درود پڑھ

لیتے ہیں بوسہ نام محمدؐ کا خود ہی دیکھ
آپس میں مل کے لب، تو نبی پر درود پڑھ

جنت کرے گی تیری طلب میری بات مان
جنت کی ہو طلب تو نبی پر درود پڑھ

روضے پہ حاضری کی تمنا ہے گر تجھے
اے دوست روز و شب تو نبی پر درود پڑھ

اس کے طفیل بارگہ قدس میں قبول
ہوں گی دعائیں سب، تو نبی پر درود پڑھ

اللہ نے کتاب مبیں میں انہیں دیئے
کیا کیا حسیں لقب، تو نبی پر درود پڑھ

فرمایا خود نبیؐ نے کہ قبروں میں انبیاءؑ
زندہ ہیں سب کے سب، تو نبی پر درود پڑھ

سنتے بھی ہیں سلام، وہ دیتے بھی ہیں جواب
پر شرط ہے ادب، تو نبی پر درود پڑھ

ہم جیسی ان کی زیست نہ ہم جیسی ان کی موت
ان کے عجب ہیں ڈھب، تو نبی پر درود پڑھ

تجھ کو خبر نہیں کہ ہے واللہ کس قدر
یہ امر مستحب، تو نبی پر درود پڑھ

کرلی خدا کی حمد، قیام و سجود میں
دو زانو بیٹھ اب، تو نبی پر درود پڑھ

کچھ کرکے روز مرہ کے اوقات کار میں
لمحات منتخب، تو نبی پر درود پڑھ

سب ہیچ اس کے سامنے دنیا کی لذتیں
لذت ہے یہ عجب، تو نبی پر درود پڑھ

اصحاب و اہل بیت نبی پر سلام بھیج
ان سے جدا ہیں کب، تو نبی پر درود پڑھ

اے دوست چاہتا ہے تو سلمانؔ کی خوشی
خوش رکھے تجھ کو رب تو نبی پر درود پڑھ

دہشت گرد کون؟ غدار کون؟

دہشت گردی کی وارداتوں میں قادیانی لابی کے ملوث ہونے کا منہ بولتا ثبوت

رسول پور تارڑ سے ''را'' کا ایجنٹ دو ساتھیوں سمیت گرفتار

پنڈی بھٹیاں (نامہ نگار) رسول پور تارڑ سے بھارتی ایجنسی ''را'' کے مبینہ ایجنٹ کو اس کے دو ساتھیوں سمیت گرفتار کر لیا گیا ملزمان کے قبضہ سے دو ہینڈ گرنیڈ دو کلاشنکوفیں برآمد کی گئیں۔ بتایا گیا ہے کہ پکڑا جانا والا ایجنٹ مبشر احمد قادیانی ہے جبکہ اس کے خاندان کے دوسرے افراد فرار ہو گئے۔ اے ایس پی پنڈی بھٹیاں عمران محمود نے پریس کانفرنس میں بتایا کہ پولیس نے ایک خفیہ اطلاع پر رسول پور تارڑ میں چھاپہ مارا اور قادیانی مبشر احمد کو اس کے دو ساتھیوں ذوالفقار' ذکاء اللہ سمیت گرفتار کر کے ان کے قبضہ سے دو کلاشنکوف برآمد کر لیں' جس سے وہ دہشت گردی کی وارداتیں کرنا چاہتے تھے انہوں نے بتایا مبشر احمد کا خاندان جو کہ کھیتی باڑی کرتا ہے اس کی بہن کی شادی بھارت میں قادیانی حبیب احمد سے ہوئی تھی قادیانی حبیب احمد جو کہ ''را'' کا ایجنٹ ہے اور بھارت میں مقیم ہے اس سے مبشر احمد نے رابطہ قائم کر رکھا تھا اور ہینڈ گرنیڈ بم اس نے آٹھ سال سے بوری میں پیک کر کے گھر میں چھپا رکھے تھے اور گرفتاری سے بچنے کے لئے کلاشنکوفوں کو اپنے دوستوں ذوالفقار' ذکاء اللہ کے پاس رکھا ہوا تھا وہ اپنے بہنوئی حبیب احمد کو بھارت میں معلومات فراہم کرتا تھا انہوں نے بتایا کہ مبشر احمد کا والد بشارت احمد اپنے خاندان کے دیگر افراد کے ساتھ فرار ہو گیا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ مبشر احمد نے دوران تفتیش بھی ''را'' کا ایجنٹ ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ (بتاریخ ۵/ ستمبر ۲۰۰۴ء روزنامہ جنگ لاہور)

پنڈی بھٹیاں میں ''را'' کا قادیانی ایجنٹ اور دو ساتھی گرفتار' اسلحہ برآمد

گرفتار ہونے والوں میں مبشر احمد' ذوالفقار اور ذکاء اللہ شامل ہیں' مبشر کا بھارتی بہنوئی بھی قادیانی ہے

پنڈی بھٹیاں (نمائندہ خبریں) رسول پور تارڑ سے بھارتی ایجنسی را کا قادیانی ایجنٹ دو ساتھیوں سمیت گرفتار کر لیا گیا۔ ان کے قبضہ سے دو ہیڈ گرنیڈ اور دو کلاشنکوفیں برآمد ہوئیں۔ ایس پی پنڈی بھٹیاں عمران محمود نے گزشتہ روز پریس کانفرنس میں بتایا کہ ایک خفیہ اطلاع پر انہوں نے پولیس کی نفری کے ساتھ رسول پور تارڑ میں چھاپہ مار کر قادیانی مبشر احمد کو اس کے دو ساتھیوں ذوالفقار اور ذکاء اللہ سمیت گرفتار کر لیا۔ انہوں نے بتایا کہ قادیانی مبشر احمد کی بہن گوگی کی شادی گزشتہ دنوں بھارت میں قادیانی حبیب احمد سے ہوئی تھی جو را کا ایجنٹ ہے۔ اس نے مبشر احمد سے رابطہ قائم کر رکھا تھا۔ گرنیڈ بم اس نے آٹھ سال سے بوری میں چھپا رکھے تھے اور گرفتاری سے بچنے کے لئے کلاشنکوفوں کو اپنے دوستوں ذوالفقار' ذکاء اللہ کے پاس رکھا ہوا تھا۔ مبشر احمد اپنے بہنوئی حبیب احمد کو معلومات فراہم کرتا تھا۔ انہوں نے بتایا مبشر کا والد بشارت اور خاندان کے دیگر افراد فرار ہو گئے ہیں۔ مبشر احمد نے دوران تفتیش را کا ایجنٹ ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ اے ایس پی نے بتایا پندرہ روز تک ہم دہشت گردوں کے نیٹ ورک کا پتہ چلا لیں گے۔ (بتاریخ ۵/ ستمبر ۲۰۰۴ء روزنامہ ''خبریں'' لاہور)